شوال المکرم ۱۴۳۹ھ/جون ۲۰۱۸ء
مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان
ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف
JUNE 2018
حبیبۃ الحبیب
لہو پکارے گا آصفہ کا
امام احمد رضا اور تصور تعلیم
رضا شناسی اور علامہ کامل
رسول پاک کی نسل پاک
سیرت نگاری کا اک نیا جہاں
تکبیر میں کب کھڑا ہونا چاہئے
میک اِن انڈیا؟ یا ریپ اِن انڈیا
آواز دو انصاف کو! انصاف کہاں ہے؟
فلسفۂ نماز! قرآن وحدیث کی روشنی میں
روزہ! طبی اور روحانی فوائد کا سرچشمہ
واقعاتِ معراج اور ان سے منسوب روایات کی تحقیق
چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری
ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شوال المکرم ۱۴۳۹ھ / جون ۲۰۱۸ء JUNE 2018

زیرِ سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیرِ اعلیٰ:

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر:

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
معین اختر رضوی، کمپوٹریکشن جے آر ایم ہیڈ آفس

سالانہ ۲۵۰/روپیے سادہ ڈاک سے	فی شمارہ ۲۰ روپیے	سالانہ ۵۰۰/روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰/روپیے		دیگر ممالک ۳۵/امریکی ڈالر

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دُنیا، ۸۲/سوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

جلد نمبر ۳ Vol. 3

قانونی انتباہ:

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زرِ سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

شمارہ نمبر ۶ Issue 6

نوٹ:

رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ھدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دینا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

منظومات

آصفہ! تیری صداؤں سے جگر چھلنی ہے

(از: سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی، بارہ بنکوی، مسقط عمان)

خود نگہبانِ چمن، آج بنے ہیں صیاد
کون آخر، سنے پھولوں کی صدائے فریاد

آج ہر سمت ہے نفرت کا، تشدد کا حصار
صرف کہنے کو ہیں ارباب محبت آزاد

لُوٹنے والوں کے ہنگامے پہ ہیں سب کے کان
کوئی سنتا نہیں بلبل کے غموں کی روداد

آصفہ! تیری صداؤں سے جگر چھلنی ہے
آہ، ہم کر نہ سکے تیری کوئی بھی امداد

کب تلک خواب تغافل میں ہمارے قائد؟
اہلِ حق پر ہے سدا، کوئی نہ کوئی اُفتاد

آ گئے بچے بھی اب تیرِ ہوس کی زد میں
خوف کے سائے میں جیتے ہیں سب اہل اولاد

"آصفاؤں" کو دلانا ہے ہمیں گر انصاف
نبض ہستی میں کریں خونِ شجاعت آباد

رابطہ ٹوٹا ہے انسان کا انسانوں سے
اس لئے ہلنے لگی امن و اماں کی بنیاد

خود جب الجھا ہے سیاست میں، دماغِ منصف
کیوں نہ ہو چاروں طرف شورشِ ظلم و بیداد

آؤ ہم اہل وطن مل کے اندھیروں سے لڑیں
تاکہ ہر سمت ہو، الفت کا اجالا آباد

سیرت ایسی جو بزرگوں نے ہمیں بخشی ہے
راستہ وہ، کہ چلے جس پہ ہمارے اجداد

یعنی کردار و عمل اپنے سنواریں ہم لوگ
اپنے اسلاف کی تاریخ بھی رکھیں ہم یاد

ہوں فریدیؔ! ترے افکار سے انساں بیدار
باغِ الفت بنے، جو خاک ہوئی ہے برباد

■■■

رحمتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ، نیو یارک امریکہ)

رحمتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
فرحتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

رب عالم کے دربار سے رزق کی
وسعتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

اِس کے آنے سے مسجد کی رونق بڑھی
زینتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

جس کو دیکھو وہ لگتا ہے آسودل حال
برکتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

نفل پڑھ کے ثواب آپ لیں فرض کا
نعمتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

فرض کا اجر ستّر گنا لیجئے
کثرتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

اس سے اچھا نہ موقع ملے گا کبھی
جنتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

قدر اس کی کریں جس قدر ہو سکے
رفعتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

اپنے دامن میں روحانی تسکین کی
دولتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

فضل رب سے عبادات کی بے بہا
قیمتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

وقت افطار خالق کے فیضان کی
راحتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

مژدہ الصوم لی کا سناتا ہوا
حکمتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

صرف پانی سہی پھر بھی سحری کرو
رغبتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

سخت گرمی کے موسم میں روزوں کی یہ
لذتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

از: محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

روزہ! طبی اور روحانی فوائد کا سرچشمہ

طلوع صبح سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کا نام روزہ ہے، روزہ رب کی رضا میں راضی رہنے کا ایک پاکیزہ عمل ہے، روزہ اپنے دامن میں جہاں بے پناہ دینی واخروی فوائد و برکات لئے ہوئے ہے، وہیں اس کے اندر جسمانی اور طبی فوائد کے کئی اسرار و رموز پنہاں ہے۔

قرآن حکیم میں روزے کی حکمت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی تمہارے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے اگر تم جانو۔ [البقرہ ۲:۱۸۴]

دراصل یہاں "اگر تم جانو" سے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم علم حیاتیات کو سمجھو تو تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم روزے رکھو، کیونکہ روزہ اپنے اندر بے شمار روحانی، نفسیاتی اور طبی فوائد رکھتا ہے۔

حکیم حاذق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزے کے طبی فوائد نہایت ہی جامع اور بلیغ انداز میں بیان فرمائے ہیں، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: صوموا تصحوا۔ یعنی روزے رکھو، تندرست ہو جاؤ گے۔" [مجمع الزوائد، ج۵، ص ۳۴۴]

دوسری جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا: لکل شئی زکوٰۃ وزکاۃ الجسد صوم۔ یعنی ہر شئے کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔" [المعجم الکبیر، ۶/ ۲۳۸]

جس طرح زکوٰۃ مال کو پاک کر دیتی ہے، اسی طرح روزہ جسم کو تمام امراض سے پاک کر دیتا ہے۔

خالق کائنات نے تین طرح کی مخلوق پیدا کی ہے، نوری یعنی فرشتے، ناری یعنی جن اور خاکی یعنی انسان جس کے سر اشرف المخلوقات کا تاج زریں رکھا گیا، انسان روح اور جسم کے مجموعے کو کہا جاتا ہے، اس کا جسم مٹی سے بنایا گیا اور اس میں روح آسمان سے لا کر ڈالی گئی، جسم کی ضروریات کا سامان زمینی اشیا اناج، غلہ، پھل اور پھول سے کیا گیا، جبکہ روح کی غذا کا اہتمام آسمانوں سے ہوتا رہا، ہم سال کے گیارہ مہینے اپنی جسمانی ضرورتوں کو اس کائنات میں پیدا ہونے والی اشیا سے پورا کرتے ہیں اور اپنے جسم کو تندرست و توانا رکھتے ہیں، جبکہ روح کی غذائی ضرورت پوری کرنے کے لئے خالق کائنات نے ہمیں سال میں ایک مبارک مہینہ رمضان المبارک عطا فرمایا ہے۔

روحانی اور جسمانی طور پر صحت یاب رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں رمضان شریف کے روزے عطا فرمائے، یقیناً اس میں اللہ تعالیٰ کی کریمانہ حکمت عملی شامل ہے، اعضاء رئیسہ خاص طور سے دل و دماغ اور جگر کو روزہ رکھنے سے تقویت ملتی ہے اور ان کے افعال میں درستگی پیدا ہوتی ہے، روزہ رکھنے سے اضافی چربی ختم ہو جاتی ہے، روزہ ذہنی تناؤ کو ختم کرنے میں اہم رول ادا کرتا ہے، وقت پر سحر اور افطار کر کے موٹاپا کے شکار لوگ اس سے نجات پا سکتے ہیں، وہ عورتیں جو موٹاپے کا شکار اور اولاد کی نعمت سے محروم ہیں، ان کے لئے روزہ نہایت ہی فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ جدید میڈیکل سائنس کا ماننا ہے کہ وزن کم ہونے کے بعد بے اولاد خواتین کے یہاں اولاد کی پیدائش کے امکانات زیادہ روشن ہو جاتے ہیں، جب ہم روزہ رکھتے ہیں تو ہمارے معدے کے فاسد مادے زائل ہو جاتے ہیں، روزے کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ منشیات، شراب اور تمبا کو نوشی جیسی تباہ کن برائیوں کے عادی ہو چکے ہیں، وہ روزہ کی مدد سے ان برائیوں پر قابو پا سکتے ہیں، تجربات بتاتے ہیں کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے انسان کی زندگی میں اضافہ ہوتا ہے، روزہ رکھنے کی وجہ سے ہمارا دل نظام ہضم میں اپنی توانائی صرف کرنے سے آزاد ہو جاتا ہے

اوروہ اس توانائی کو ''گلوبن'' پیدا کرنے پر صرف کرتا ہے، گلوبن ہمارے جسم کی حفاظت کرنے والے مدافعتی نظام کو تقویت پہنچاتا ہے، روزہ قوت مدافعت کے نظام کو بہتر بناتا ہے، روزہ رکھنے کی وجہ سے دماغی خلیات کو فاضل مادوں سے نجات مل جاتی ہے اوراسی طرح سے دماغی صلاحیتیوں کو جلا ملتی ہے۔

ویسے تو مسلمان اسلامی احکام کی روشنی میں حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے روزہ رکھتے ہیں تاہم روحانی تسکین کے ساتھ ساتھ روزہ جسمانی صحت پر بھی کئی مثبت اثرات مرتب کرتا ہے جسے دنیا بھر کے طبی ماہرین خصوصاً ڈاکٹر مائیکل، ڈاکٹر جوزف، ڈاکٹر سیموئیل الیگزینڈر، ڈاکٹر ایم کلائیو، ڈاکٹر سگمنڈ فرائیڈ، ڈاکٹر جیکب، ڈاکٹر ہنری ایڈورڈ، ڈاکٹر برام جے، ڈاکٹر ایمرسن، ڈاکٹر خان بیمرٹ، ڈاکٹر ایڈورڈ نکلسن اور جدید سائنس نے ہزاروں کلینکل ٹرائلز کے بعد تسلیم کیا ہے۔

روزہ کی اہمیت وافادیت کا اندازہ پروفیسر نیکولائی کے اس بیان سے ہوتا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب ''صحت کی خاطر بھوک'' میں ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں ''ہر انسان، خاص طور پر بڑے شہروں میں رہنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ سال میں تین چار ہفتہ تک کھانا کھانے سے باز رہیں تاکہ وہ پوری زندگی صحت یاب رہیں۔''

اسلام نے روزہ کو مومن کے لیے شفا قرار دیا، جب سائنس نے اس کی حقیقت کی تحقیق کی تو چونک اٹھی اور یہ اقرار کیا کہ اسلام ایک کامل مذہب ہے، آکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر مور پالڈ اپنا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسلامی علوم کا مطالعہ کیا اور جب روزے کے باب پر پہنچا تو میں چونک پڑا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اتنا عظیم فارمولا دیا ہے، اگر اسلام اپنے ماننے والوں کو کچھ اور نہ دے کر صرف روزے کا فارمولہ ہی دیا ہوتا تو اس سے بڑھ کر کسی اور نعمت کی ضرورت نہ تھی، میں نے سوچا کہ اس کو آزمانا چاہیے، پھر میں مسلمانوں کے طرز پر روزے رکھنا شروع کیے، چونکہ میں عرصہ دراز سے ورم معدہ میں مبتلا تھا، کچھ دنوں کے بعد ہی میں نے محسوس کیا کہ اس میں کمی واقع ہوئی ہے، میں نے روزوں کی مشق جاری رکھی، کچھ عرصہ بعد ہی میں نے اپنے جسم کو نارمل پایا اور ایک ماہ بعد اپنے اندر انقلابی تبدیلی محسوس کی۔

ڈاکٹر بلوک نور باقی کے مطابق روزے کا حیران کن اثر خاص طور پر جگر پر مرتب ہوتا ہے، کیونکہ کھانا ہضم کرنے کے علاوہ جگر کے اور مزید ۱۵ رکام بھی ہوتے ہیں، یہ اس طرح تکان کا شکار ہوجاتا ہے، جیسے ایک چوکیدار ساری عمر کے لیے پہرے پر کھڑا ہو، روزہ کے ذریعہ جگر کو چار سے چھ گھنٹوں تک آرام مل جاتا ہے، یہ روزے کے بغیر قطعی ناممکن ہے، جگر پر روزے کے برکات کا مفید اثر پڑتا ہے، جیسے جگر کے انتہائی مشکل کاموں میں ایک کام اس توازن کو برقرار رکھنا ہے جو غیر ہضم شدہ خوراک اور تحلیل شدہ خوراک کے مابین ہوتا ہے، اسے یا تو ہر لقمے کو اسٹور میں رکھنا ہوتا ہے یا پھر خون کے ذریعہ اس کو ہضم ہو کر تحلیل ہوجانے کے عمل کی نگرانی کرنی پڑتی ہے، روزے کے ذریعہ جگر توانائی بخش کھانے کے اسٹور کرنے کے عمل سے بڑی حد تک آزاد ہوجاتا ہے اور اپنی توانائی Globulins پیدا کرنے پر صرف کرتا ہے جو جسم کے مدافعاتی نظام کی تقویت کا باعث ہے۔

ڈاکٹروں نے یہ تحقیق کی ہے کہ ایک مہینے کے روزے رکھنے سے بہت سی بیماریاں انسان کے جسم سے خود بخود دور ہوجاتی ہیں، روزوں کا جسمانی طور پر بھی فائدہ ہے اور روحانی طور پر بھی، اس دنیا میں بہت لوگ وہ بھی ہوتے ہیں کہ جن کے گھر کا غسل خانہ کسی غریب آدمی کے گھر سے بھی زیادہ مہنگا اور بڑا ہوتا ہے، پورے سال وہ اپنی مرضی سے کھاتے پیتے ہیں اگر رمضان المبارک کے روزے نہ ہوتے تو ہوسکتا ہے کہ انہیں یہ پتہ ہی نہ چلتا کہ جو غریب آدمی اپنے گھر میں بچوں کے ساتھ بھوکا ہے، اس کے ساتھ کیا گزرتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کر کے ہمارے اوپر احسان کیا، انسان جب سارا دن کچھ نہ کھائے، کچھ نہ پیئے تب خیال آتا ہے کہ جو بھوکا رہتا ہوگا، اس کا کیا حال ہوتا ہوگا؟

روسی ماہر الابدان پروفیسر وی این نکٹین نے لمبی عمر سے متعلق اپنی ایک اکسیر دوا کے انکشاف کے سلسلہ میں لندن میں

۲۲؍مارچ ۱۹۴۰ء کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ اگر ذیل کے تین اصول زندگی اپنا لیے جائیں تو بدن کے زہریلے مواد خارج ہو کر بڑھاپا روک دیتے ہیں:

اوّل: خوب محنت کیا کرو، ایک ایسا پیشہ جو انسان کو مشغول رکھے جسم کے رگ و ریشہ میں تروتازگی پیدا کرتا ہے، بشرطیکہ ایسا شغل ذہنی طور پر بھی قوت بخش ہو، اگر تمہیں اپنا کام پسند نہیں تو فوراً ترک کر دینا چاہیے۔ دوئم: کافی ورزش کیا کرو، بالخصوص زیادہ چلنا پھرنا چاہیے۔ سوئم: غذا جو تم پسند کرو کھایا کرو لیکن ہر مہینہ میں کم از کم فاقہ ضرور کیا کرو۔

ہر سلیم الفطرت آدمی اچھی اور بری چیز کو جانتا ہے لیکن بہت سے لوگوں کے ارادے کی کمزوری پر خطر لذت کوشی کا سبب بنتی ہے، خواہشات کا طوفان روکنے کے لئے ارادے کی پختگی بہت ضروری ہے، روزہ ارادے کی تقویت کے لئے بہترین عملی مشق ہے، آدمی کا دیر تک کھانے پینے سے رکا رہنا اسے محنت و مشقت برداشت کرنے کا عادی بناتا ہے، زندگی کوئی باغ جنت نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا میدان ہے جس میں مقاصد کی تکمیل کے لئے پیہم مقابلہ جاری رہتا ہے، اس میں رکاوٹیں بھی پیش آتی ہیں، اس میں عمل پیہم اور جہد مسلسل کی ضرورت پڑتی ہے، یہ چیز طاقت و ارادے کے بغیر ممکن نہیں، روزے میں قوت ارادی کا امتحان ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بھوک اور پیاس کی شدت سے خواہش اور عقل کے درمیان ایک معرکہ برپا ہو جاتا ہے جس سے قوت ارادی کو تقویت ملتی ہے۔

جرمنی عالم جیہمارڈٹ نے قوت ارادی پر ایک کتاب لکھی ہے، انہوں نے روزے کو قوت ارادی پیدا کرنے کے لئے ایک بنیادی عمل قرار دیا، اس کے ذریعہ ابھرنے والی خواہشات پر قابو حاصل ہوتا ہے، اس کی سالانہ تکرار ارادے کو کمزوری سے محفوظ کرتی ہے پختگی حاصل ہوتی ہے، انہوں نے ان لوگوں کی مثال دی جنہوں نے سگریٹ نوشی چھوڑی، سب سے پہلے انہیں پورے دن سگریٹ چھوڑنی پڑی، جس سے ان میں اسے چھوڑنے کا جذبہ پیدا ہوا، پھر انہوں نے ہمیشہ کے لئے بھی اسے چھوڑ دیا۔

روزہ اور موافقت ملائکہ

امام المحققین حضرت علامہ نقی علی خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: ایک فائدۂ جلیلہ روزہ میں موافقت ملائکہ ہے کہ جس طرح فرشتے کھانے پینے سے پاک ہیں، اسی طرح روزہ دار بھی کھانا پینا ترک کرتا ہے بلکہ درحقیقت یہ بات اس سے زیادہ ہے کہ فرشتے اصل فطرت میں کھانے پینے سے مستغنی ہیں، نہ ان کو بھوک لگے نہ پیاس ستائے، بخلاف مسلمان کے، باوجود احتیاج صرف بتعمیل حکم پروردگار کھانا پینا ترک کرتا ہے، گویا مضمون انی اعلم مالا تعلمون اس عبادت سے آشکارا ہے کہ اگر تم اپنی تسبیح و تقدیس پر نظر رکھتے ہو یہ مشت خاک باجود ہزاروں موانع کے ہماری تسبیح و تقدیس بجالائیں گے، اگر تم اپنی عصمت و پاکی کو دستاویز فضیلت سمجھتے ہو، ان کی طہارت پر نظر کرو کہ باجود احتیاج کھانا پینا ترک کرتے ہیں اور ہماری راہ میں کیسی کیسی محنت و مشقت گوارہ کرتے ہیں، اگر فساق ان کی خونریزی کرتے ہیں عشاق ان کی آنکھوں سے خون دل ہمارے شوق میں جاری رکھتے ہیں۔ [جواہر البیان، ص ۶۸-۶۷]

نیز ایک دوسری جگہ یوں رقمطراز ہیں: اے عزیز! روزہ اصل اکثر اخلاق کا ہے، خوف پروردگار کا روزہ سے زیادہ ہوتا ہے، آدمی جب بھوک پیاس کی شدت پاتا ہے، سمجھتا ہے کہ ایک دن کی بھوک پیاس میں باجود اس کے کہ مکان سایہ دار اور ہوا سرد اور اسباب آرام موجود ہے، یہ حال ہو گیا، دوزخ کی بھوک پیاس اور قیامت میں قیامت کی تشنگی و گرسنگی باوجود ان مصائب کے کس سے اٹھائی جائے گی اور رحم و رقت و سخاوت زیادہ ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا حقائق و شواہد سے یہ امر بالکل واضح ہو گیا کہ اسلامی تعلیمات و احکامات انسان کے لئے دنیوی اور اخروی دونوں اعتبار سے بے شمار فوائد و برکات کا سرچشمہ ہیں، روزہ ہی کو دیکھ لیں یہ ایک طرف خوشنودئ مولیٰ کے حصول کا سبب ہے تو دوسری طرف انسانی جسم کو طبی فیضان سے ہمکنار کرتا ہے، مولائے کریم ہمیں رمضان المبارک اور روزے کے فوائد و برکات سے مالا مال فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ■■■

از: مولانا انیس عالم سیوانی ٭

تکبیر میں کب کھڑا ہونا چاہئے

بہت افسوس کی بات ہے کہ جن لوگوں کو دین کی ابتدائی اور بنیادی باتیں نہیں معلوم ہوتیں وہ بھی دینی اور شرعی مسائل میں اپنا خیال ظاہر کرنے سے نہیں جھجھکتے، بلکہ بہت سے فتنہ پرور تو امام اور علما سے لڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم جیسا کر رہے ہیں کرنے دیجئے حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح اگر ہر آدمی مسجد میں اپنے اپنے طریقے پر عمل کرنے لگے تو پھر جماعت کا کیا مطلب رہ جائے گا۔

جماعت کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی اپنے امام کی کامل پیروی کرے اور جو شخص امام کی پیروی نہیں کرتا اُسے مسجد میں آنے کا کیا حق ہے؟ وہ گویا مسجد کے نظام اور جماعت میں انتشار پیدا کرنے کی غرض سے آرہا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرعی مسئلوں میں اپنی انانیت اور فرقہ بندی سے بچائے اور حق سننے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کلمہ پڑھنے والوں میں بہت سے اختلاف کچھ لوگوں نے پیدا کرا دیئے ہیں، عقیدے میں اختلاف، مسائل میں اختلاف، نماز کے طریقوں میں اختلاف، حد تو یہ ہے کہ تکبیر میں کب کھڑے ہوں اس بات میں بھی لوگ جھگڑا کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض جاہل حق سے بیزار لوگ اپنے امام ہی سے لڑنے اور بحث کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں اس لئے خیال کیا گیا کہ اس طرح کے لوگوں کے فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اسے کتابوں کی روشنی میں تحریر کر دیا جائے۔ جسے سنی، دیوبندی، غیر مقلد سبھی مانتے ہیں، پھر بھی ان سب کے باوجود اگر کوئی نہیں مانتا تو اُسے چاہئے کہ وہ جس مسلک اور عقیدہ کا ماننے والا ہے اسی مسجد میں جائے تاکہ عام مسجدیں اس طرح کے جھگڑوں سے محفوظ رہیں۔

بخاری شریف میں ہے "اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَۃُ" جب اقامت کہی جائے تو تم لوگ کھڑے نہ ہو جاؤ جب تک مجھے دیکھ نہ لو (کہ میں حجرے سے باہر آگیا) اور سکون کے ساتھ رہو۔ [بخاری شریف ج اول کتاب الاذان]

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور حجرے ہی میں رہتے تھے، تکبیر ہو جاتی تھی اور لوگ کھڑے ہو جاتے تھے اس سے حضور نے منع فرمایا کہ چاہے تکبیر ہو جائے لیکن جب تک میں حجرے سے باہر نہ آجاؤں کھڑے نہ ہونا، اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَاجِیْ رَجُلًا فِیْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ فَمَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ حَتّٰی نَامَ الْقَوْمُ" حضرت انس نے بیان فرمایا کہ نماز کی اقامت کہی جا چکی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے مسجد کے گوشے میں سرگوشی فرما رہے تھے، نماز کے لئے اس وقت کھڑے ہوئے جب لوگ سو گئے۔ [بخاری ج اوّل، کتاب الاذان]

اس حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ تکبیر کے شروع میں کھڑا ہونا صحیح نہیں اگر شروع تکبیر میں کھڑا ہونا ہوتا تو حضور مسجد کے کونے میں کسی سے باتیں نہیں کرتے بلکہ محراب میں آکر کھڑے ہو جاتے۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں "وَمِنَ الْاَدَبِ (اَلْقِیَامُ) اَیْ قِیَامُ الْقَوْمِ وَالْاِمَامِ اِنْ کَانَ حَاضِراً بِقُرْبِ الْمِحْرَابِ (حِیْنَ قِیْلَ) اَیْ وَقْتَ قَوْلِ الْمُقِیْمِ (حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ) لِاَنَّہٗ اَمَرَبِہٖ فَیُجَابُ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ حَاضِرًا یَقُوْمُ کُلُّ صَفٍّ حِیْنَ یَنْتَھِیْ اِلَیْہِ الْاِمَامُ فِی الْاَظْھَرِ" نماز کے مستحبات میں ہے کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو نمازی اور امام کھڑے ہو جائیں بہ شرطیکہ امام محراب کے قریب ہو، کیونکہ مؤذن نے کھڑے ہونے کا حکم دیا

٭ مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن لکھنؤ کے ڈائریکٹر اور معروف اہل قلم ہیں۔

ہے اس لئے اس پر عمل کیا جائے اور اگر امام حاضر نہ ہو تو جس صف سے گذرے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔

[شرح صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ج اول ص ۱۱۰۰ / علامہ غلام رسول سعیدی]

اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ تکبیر کے شروع میں کھڑا ہونا صحیح نہیں، ملک العلما علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری حدیث نقل فرماتے ہیں: جابر بن سمرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ "كَانَ مُؤَذِّنُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَمْهَلُ فَلاَ يُقِيْمُ حَتَّى اِذَا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ حِيْنَ يَرَاه'، رواه الطبرانی فی الكبير وعبدالرزاق فی مصنفہ"

[جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البھاری ص ۳۰۳ / علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن آذان دیتے، پھر انتظار کرتے، اقامت نہیں کہتے یہاں تک کہ دیکھ لیتے، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرے سے نکلتے، تب نماز کی اقامت کہتے، جس وقت وہ حضور کو دیکھ لیتے، اگر شروع تکبیر میں کھڑا ہونا کوئی شرعی مسئلہ ہوتا تو حضور پہلے ہی سے آکر کھڑے ہو جاتے لیکن آپ نے کبھی ایسا نہ فرمایا بلکہ فرمایا کہ تم لوگ جب تک مجھے دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہو، اس کا مطلب ہے کہ تکبیر پہلے ہو چکی تھی، شرح مؤطا امام محمد میں ہے "وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ' يَقُوْلُ لا تقوموا لِلصَّلٰوةِ حَتّٰى يَقُوْلَ الْمُؤَذِّنُ قَدْقَامَتِ الصَّلٰوةُ"

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے نماز کے لئے نہ کھڑا ہوا کرو یہاں تک کہ مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہہ لے۔

[شرح مؤطا امام محمد ج اوّل ص ۱۱۹ / علامہ محمد علی، بحوالہ کشف الغمہ عن جمیع صفات المؤذن، ص ۸۱]

"کان انس یقوم اذاقال المؤذن قدقامت الصلوٰۃ"

حضرت انس اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہتا۔ [شرح مؤطا امام محمد ج اوّل ص ۱۱۹ / بحوالہ کشف الغمہ ص ۸۱]

نام نہاد فرقۂ اہل حدیث یعنی جماعت غیر مقلدین کی مشہور کتاب عون المعبود میں لکھا ہے "وذھب الاکثرون الیٰ انھم اذا کان الامام معھم فی المسجد لم یقوموا حتیٰ تفرغ الاقامۃ وعن انس انہ کان یقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰۃ واما اذالم یکن الامام فی المسجد فذھب الجمھور الیٰ انھم لایقومون حتی یروہ۔ [شرح مؤطا امام محمد ج اوّل ص ۱۲۱ / علامہ محمد علی علیہ الرحمہ بحوالہ عون المعبود ج ۱ / ص ۲۱۲]

اکثر کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہی موجود ہو تو پھر نمازیوں کو اقامت سے فراغت پر کھڑا ہونا چاہئے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس وقت کھڑے ہوا کرتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہا کرتا تھا، اور اگر امام مسجد میں نہ موجود ہو تو جمہور کا مسلک یہ ہے کہ نمازیوں کو امام کو دیکھے بغیر نہیں کھڑا ہونا چاہئے۔

اس موضوع پہ احادیث کی کتابوں میں دلائل کے انبار ہیں، عقل والوں کے لئے اتنا ہی بہت ہے آخری حوالہ فتاویٰ عالمگیری سے پیش کرتا ہوں جسے اہل سنت کے علاوہ دیوبندی علما بھی معتبر مانتے ہیں، اس لئے کہ یہ کتاب مسلک حنفی میں سند کے طور پر مقبول ہے "اِذَادَخَلَ الرَّجُلُ عِنْدَ الْاِقَامَةِ يَكْرَه لَہٗ الْاِنْتِظَارُ قَائِمًا وَلٰكِنْ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ اِذَا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ قَوْلَہٗ' حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ كَذَا فِي الْمُضْمَرَاتِ" جب آدمی تکبیر کے وقت مسجد میں داخل ہو تو اس کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے، وہ بیٹھ جائے پھر اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن حی علی الفلاح کہے، ایسا ہی مضمرات میں ہے۔ [فتاویٰ عالمگیری ج اوّل ص ۵۷]

اگر امام ومقتدی مسجد میں ہوں تو بیٹھ کر تکبیر سننا چاہئے اور اگر امام باہر سے آرہا ہو اور تکبیر ہو رہی ہو تو جدھر سے امام گذرے اُدھر کی صف والوں کو کھڑا ہونا چاہئے اور قد قامت الصلوٰۃ تک سب کو کھڑا ہو جانا چاہئے۔

اس مسئلہ کے جواب میں فقیہ الاسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں، وقایہ میں ہے "امام اور نمازی حی علی الصلوٰۃ" پر کھڑے ہوں اور قد قامت الصلوٰۃ کے الفاظ پر امام نماز شروع کر دے۔

محیط وہندیہ میں ہے ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک جب اقامت کہنے والا "حی علی الفلاح" کہے تو اس وقت امام اور تمام نمازی کھڑے ہوں اور یہی صحیح ہے، جامع المضمرات وعالمگیریہ

وردالمحتار میں ہے جب کوئی نمازی تکبیر کے وقت آئے تو وہ بیٹھ جائے کیونکہ کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے پھر جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' کہے تو اس وقت کھڑا ہو۔

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج خامس ص ۳۸۰]

بعض لوگ یہ بہانہ بناتے ہیں کہ اگر شروع میں کھڑے نہیں ہوں گے تو صف کیسے سیدھی کریں گے؟ اس کا جواب آج سے تقریباً ۱۳ر سو سال پہلے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید سیدنا امام محمد جو امام بخاری جیسے محدث جلیل کے پردادا استاذ ہیں انہوں نے اپنی کتاب مؤطا امام محمد میں اس مسئلہ کی تشریح فرما کر کھڑے ہونے کے لئے بہانہ بنانے والوں کی کمر توڑ دی۔

ملاحظہ ہو: قال محمد ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حیَّ علی الفلاح ان یقوموا الی الصلوٰۃ فیصفوا ویسوُّوا الصفوف ویحاذو ابین المناکب فاذا اقام المؤذن الصلوٰۃ کبَّر الامام وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ۔

[شرح مؤطا امام محمد ص ۱۱۶]

امام محمد نے فرمایا کہ مسجد میں موجود نمازیوں کو چاہئے کہ مؤذن جب حی علی الفلاح کہے تو نماز کے لئے کھڑے ہوں، اور صفیں درست کریں، اور کندھوں کو برابر کریں، پھر مؤذن جب قد قامت الصلوۃ کہے تو امام تکبیر کہے، یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

مذکورہ دلائل وشواہد سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ تکبیر میں شروع سے کھڑا ہونا فقہا اور محدثین کے نزدیک غلط ہے بالخصوص کسی حنفی کو ہرگز ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ تکبیر میں شروع سے کھڑا ہو، اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یا تو وہ بالکل جاہل اور شریعت سے بے خبر ہے اور بتانے پر بھی نہیں مانتا تو بہت بڑا فسادی فتنہ پرور اور مسلمانوں میں جھگڑے کی بیج بونے والا ہے، متولّی مسجد اور محلّے کے ذمہ داروں پر فرض ہے کہ اُسے سمجھائیں پھر بھی نہ مانے تو اُسے زبردستی مسجد سے باہر کریں، نماز پڑھنے نہیں آتے بلکہ ماحول خراب کرنے آتے ہیں۔

■■■

ص ۵۲ر کا بقیہ.........

اس کی ادائیگی میں روڑے ڈالتا ہے۔ ہر طرح سے اس سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر جن کے دل خوف الٰہی سے لبریز ہیں وہ شیطان کے ہر وار کو ناکام بنا کر اللہ کے محبوب بندوں میں اپنا نام لکھا لیتے ہیں۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہر مسلمان کو نماز کا عادی بنائے۔ اور اپنے احکام پر عمل کرنا آسان کردے۔ منہیات سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ۔

■■■

ص ۳۸ر کا بقیہ.........

شرمندہ ہوئے کبھی حضرت مخدوم کا مبارک پاؤں پکڑتے، کبھی میرے چچا کے قدموں پر گرتے اور بہت عذر و معذرت کرتے۔'' سبحان اللہ!

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دسترخوان سے اگر حضور ہاتھ صاف کرلیں تو اسے آگ نہ جلائے تو پھر وہ سادات کرام جو جزو رسول ہیں، جن کی رگوں می سید کائنات کا خون دوڑ رہا ہے، آگ کی کیا مجال کہ ان کا بال بھی بیکا کرسکے۔

سادات کرام کے مدارج و مراتب میں قرآن وحدیث اور اقوالِ علما و مشاہداتِ عرفا کی روشنی میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے، اِن سے ان کے تفوق و برتری کا خوب پتہ چلتا ہے۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ان کا اکرام و احترام کرتے اور رضائے خدا و مصطفیٰ کے حق دار بنتے ہیں۔ الحمدللہ! ہم اپنی متاعِ حیات، متاعِ فکر، متاعِ لوح وقلم ان کے مبارک قدموں پر نچھاور کرتے ہیں، اس اُمید کے ساتھ کہ ع

شاہان چہ عجب گر ہنواز د گدا را

■■■

اسلامیات

از: مفتی عبدالمالک مصباحی*

فلسفۂ نماز! قرآن وحدیث کی روشنی میں

انسان، جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے۔ جسم کی تقویت اور آرائش وزیبائش کے تو ہزاروں اسباب مہیا ہیں اور ہمہ وقت اس کا خیال ہے مگر جو اصلی چیز ہے یعنی روح اس کی صفائی اور تقویت کی کوئی پرواہ نہیں۔ جب کہ یہ انتہائی ضروری امر ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سے اسباب اور وسائل ہیں جنہیں اپنا کر انسان اپنی روح کو مضبوط اور توانا بنا سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ روح غیر مرئی شئی ہے (ایسی چیز جو دیکھی نہ جا سکے) اس لئے اس کی غذا بھی ایسی چیز ہی ہونی چاہئے س کے اثرات غیر مرئی ہوں اور وہ ذکر الٰہی ہے۔ اور ذکر الٰہی کی کئی صورتیں ہیں مثلاً تسبیح، تلاوت، درود شریف کا ورد اور ذکر واذکار وغیرہ اور ان تمام کے مجموعہ کا نام نماز ہے اسی لئے اسے افضل العبادۃ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مخلوق کے خالق سے ملنے کا سب سے اہم اور آسان ذریعہ نماز ہے جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ بندہ جب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے تو اس وقت وہ اللہ سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

[مسلم شریف]

اور اسی وجہ سے قرآن اور حدیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں مختلف انداز میں سو سے زیادہ مقامات پر اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور احادیث تو بے شمار ہیں۔ چند آیات اور احادیث مبارکہ یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

نماز کی اهمیت قرآن پاک کی روشنی میں

نماز کو اللہ عزوجل اپنا ذکر قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

اقم الصّلوٰۃ لذکری۔ [طٰہٰ آیت ۱۴]

اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔

نماز کی فرضیت کا تذکرہ کرتے ہوئے باری تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے۔

ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا۔

[النساء آیت ۱۰۳]

بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

نماز برائیوں کو مٹا کر نیکیوں میں اضافہ کرتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اقم الصلوٰۃ طرفی النہار و زلفاً من اللیل ان الحسنٰت یذہبن السئیات ذٰلک ذکریٰ للذٰکرین۔

[سورہ ہود پ ۱۲۔ آیت ۱۱۴]

اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں، بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔

نماز کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی ادائیگی ایمان کی علامت اور اسے چھوڑنا کفر کا شعار قرار دیا گیا ہے۔

اقیموا الصلوٰۃ و لاتکونوا من المشرکین۔

[سورہ روم پ ۲۱۔ آیت ۳۱]

اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو۔

مومن کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتا ہے: الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ وممّا رزقنٰھم ینفقون۔ [سورہ بقرہ پ ۱۔ آیت ۳]

وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں، اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں ہماری راہ میں اٹھائیں۔

بے نمازیوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا وہ جب اس طرف

*مضمون نگار دو ماہی رضائے مدینہ، جمشید پور کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

بڑھ رہے ہوں گے تو پوچھنے والا پوچھے گا۔ کیوں؟ کس عمل کی بنیاد پر جہنم میں ڈالا جا رہا ہے؟ تو بے نمازی کہیں گے۔

قالو الم نک من المصلین۔ [سورہ مدثر پ ۲۹۔آیت ۴۳]

وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔

بے نمازیوں کا جہنم میں کہاں ٹھکانہ ہوگا اس کی نشاندہی کرتے ہوئے باری تعالیٰ متنبہ کر رہا ہے۔

فخلف من بعد هم خلف اضاعوا الصلوٰة و اتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا الا من تاب۔

[سورہ مریم پ ۱۶۔آیت ۵۸]

توان کے ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔ مگر وہ جو توبہ کرلیں۔

نماز میں سستی کرنے والوں کا حال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ خبردار کر رہا ہے۔

فويل للمصلين الذين هم عن صلوٰتهم ساهون۔

[سورہ ماعون پ ۳۰۔آیت ۳۲]

توان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

ذکر الٰہی سے روکنے والی چیزوں کا تذکرہ نیز نہ ماننے کی صورت میں انجام سے باخبر کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یاایها الذين اٰمنوا لا تلهكم اموالكم و لا اولادكم عن ذكر الله و من يفعل ذٰلك فاولٰئك هم الخٰسرون۔

وقوموا لله قانتين۔ [بقرہ پ ۲۔آیت ۲۳۸]

اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

یاایها الذين آمنوا اركعوا واسجدوا و اعبدوا ربكم وافعلوا الخير لعلكم تفلحون۔ [حج پ ۱۷۔آیت ۷۷:]

اے ایمان والو رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلے کام کرو اس امید پر کہ تمہیں چھٹکارا ہو۔

قد افلح المومنون الذين هم فى صلاتهم خاشعون۔

[مومنون پ ۱۸۔آیت ۱۔۲]

بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

احادیث مبارکه

قال، سالت النبی ﷺ ای العمل احب الی الله تعالیٰ قال الصلوٰة علیٰ وقتها، قال ثم ای قال بر الوالدین قال ثم ای قال الجهاد فی سبیل الله۔ [بخاری]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا۔ اللہ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا بروقت نماز ادا کرنا، ابن مسعود نے کہا پھر؟ فرمایا والدین کی اطاعت کرنا، ابن مسعود بولے اس کے بعد کونسا؟ فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔

قال النبی ﷺ لكل شئی علم و علم الايمان الصلوٰة۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کی ایک نشانی ہے اور ایمان کی نشانی نماز ہے۔

الصلوٰة عماد الدين۔ نماز دین کا ستون ہے۔

جعلت قرة عينی فی الصلوٰة۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

فلسفہ نماز

نماز صرف لب ہلانے اور اٹھک بیٹھک کا نام نہیں بلکہ اس میں دینی، دنیاوی، روحانی اور جسمانی ہر طرح کے فوائد پوشیدہ ہیں۔ سردست چند پیش ہیں۔

ظاہری صفائی

ادائیگی نماز کے لئے سب سے پہلی شرط طہارت و پاکیزگی ہے۔ اس کے بغیر بندہ نماز میں داخل ہی نہیں ہوسکتا۔ ظاہری صفائی ستھرائی باطن کی صفائی کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ صفائی اور ستھرائی سے جہاں انسان دیکھنے میں جاذب نظر لگتا ہے وہیں خود اس کی اپنی طبیعت پر مسرت اور نشاط آمیز رہا کرتی ہے جو دینی اور دنیاوی دونوں کاموں کے انجام دہی میں معاون ہوا کرتی ہے۔

باطنی صفائی

نماز باطن کو قوت و توانائی عطاء کرنے کا سب سے اہم اور مضبوط ذریعہ ہے۔ روحانی کمزوریوں نے آج دنیا میں نہ جانے کتنی بیماریوں کو جنم دے دیا ہے کہ ہر طرف ہاہا کار مچا ہوا

ہے۔اس پر قابو پانے کے لئے قرآن حکیم کا نسخہء بے خطا بیان کرتے ہوئے ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب۔ ترجمہ: خبردار! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اور حدیث پاک میں آیا ہے۔

عن ابی ھریرۃ انه سمع رسول اللّٰہ ﷺ یقول ارایتم لوان نھر ابباب احدکم یغتسل فیه کل یوم خمساماتقول ذالک یبقی من درنه قالوا لایبقی من درنه شیئاًقال فذالک مثل الصلوٰت الخمس یمحوا اللّٰہ بھاالخطایا۔ [بخاری ومسلم]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ سے دریافت فرمایا تم ایسے آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہو جس کے گھر کے دروازے پر ایک نہر ہو اور وہ آدمی ہر دن اس نہر میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو کیا اس آدمی کے بدن پر کسی طرح کی کوئی گندگی باقی رہے گی؟ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ ایسے آدمی کے جسم پر کسی طرح کی گندگی باقی نہیں رہے گی۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا۔ یہی مثال پنجوقتہ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے بندوں کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ [بخاری ومسلم]

قال االنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ان احدکم اذا صلیٰ یناجی ربه فلایبزقن عن یمینه ولٰکن تحت قدمه الیسریٰ۔ [بخاری]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے اس وقت وہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے داہنے طرف نہ تھوکے بلکہ اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ موسم سرما میں مدینہ شریف سے باہر تشریف لے گئے پت جھڑ کا موسم تھا درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑا (انہیں ہلایا) پتے جھڑنے لگے آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا دیکھو جب کوئی مسلمان نماز پڑھتا ہے اور اس کے ذریعے اللہ کی خوشنودی چاہتا ہے تو اس کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

[مسند امام احمد]

جسمانی قوت

نماز پڑھنے سے انسان جسمانی طور پر صحت مند اور توانا رہتا ہے۔ جدید میڈیکل سائنس نے تو اس بات کو بہت واضح طور پر ثابت کردیا ہے کہ نماز میں جہاں روحانی فائدے ہیں وہیں جسمانی فائدے بھی بیشمار ہیں۔ نماز ایک ایسی ورزش ہے کہ جس سے انسان کے جسمانی اعضاء بہت متوازن رہتے ہیں۔ قوی اعضاء کے علاوہ نسوں پر بھی اس کے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ سائنس کی نظر میں ہلکی ورزش میں نماز کو بہت عمدہ طریقہ کار بتایا گیا ہے۔ روزانہ پانچ وقت اس ورزش کی وجہ سے انسان کے اندرونی اعضاء کھل کر حرکت کرتے رہتے ہیں۔ اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے حتیٰ کہ اس ورزش کا اثر آدمی کی بینائی پر بھی پڑتا ہے۔ تذکرۃ الواعظین میں لکھا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز پڑھنے سے دس فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بدن تمام بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

روحانی قوت

نماز سے انسان کی روحانیت میں بلند ہوتی ہے۔ نماز کی کثرت بندے کو قدسی صفات بنادیتی ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے۔

جب بندہ نوافل کی کثرت سے میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پھر میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے، اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کریں تو میں انہیں عطاء کرتا ہوں اور اگر کسی چیز سے پناہ

مانگیں تو میں ان کی حفاظت کرتا ہوں۔ [بخاری]

بندہ اپنی عبادات اور ریاضات سے جب یہ مقام حاصل کرلیتا ہے تو پھر دنیا کی تمام طاقتیں اس کے سامنے ہیچ ہوجاتی ہیں۔اب وہ دنیاوی اسباب اور وسائل سے بے نیاز اور مستغنی ہوجاتا ہے۔نماز اور دیگر عبادات کی کثرت جب بندے کے معمولات زندگی بن جاتے ہیں تو رحمت خداوندی پکار پکار کر کہتی ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی رہ رو منزل ہی نہیں

تکرار عمل

نماز دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے اور وہ بھی روزانہ آخر اس تکرار کا فائدہ کیا ہے؟اس تکرار کے فائدے کو آسانی سے سمجھنے کے لئے وہ حدیث پاک پیش نظر رکھنی پڑے گی جس میں فرمایا گیا ہے۔

ان تعبد اللہ کانک تراہٗ، فان لم تکن تراہٗ فانہ یراک۔

[بخاری شریف کتاب الایمان حدیث ۴۷]

اللہ کی عبادت تم اس طرح کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ قوت میسر نہ آئے تو یہ خیال تو ضرور جماؤ کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

تو نماز روزانہ اور بار بار پڑھانے کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح نقش کرجائے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔اور جب یہ بات منقش ہوجائے گی تو پھر بندہ گناہوں سے بچتا نظر آئے گا اور نماز کا یہی مطلوب بھی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔

[سورہ عنکبوت پ۲۱ آیت ۱]

بیشک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

بندہ جب نماز کا پابند ہوجاتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ اللہ رب العزت مجھے دیکھ رہا ہے۔اب جب بھی کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اس سے پہلے وہ سوچتا ہے کہ آیا میرا یہ قدم اچھائی کی طرف اٹھ رہا ہے یا برائی کی طرف اگر اسے محسوس ہوجاتا ہے کہ میرا قدم نیکی کی بجائے برائی کی طرف بڑھ رہا ہے تو فوراً اپنے قدم پیچھے ہٹالیتا ہے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔اس طرح پنج وقتہ نماز کے خیال میں ڈوبے رہنے یا بلفظ دیگر نماز کا پابند ہوجانے سے انسان گناہوں سے بچنے لگتا ہے۔

نماز کا فائدہ

حضرت امام غزالی اپنی مشہور کتاب مکاشفۃ القلوب میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء کا بیان ہے اور حدیث پاک سے بھی ثابت ہے کہ جو نماز کی پابندی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پانچ چیزوں سے نوازتا ہے۔

(۱) اس سے تنگی ختم کردی جاتی ہے۔
(۲) اسے عذاب قبر نہیں ہوگا۔
(۳) نامہ اعمال اسے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔
(۴) پل صراط سے وہ بجلی کی طرح گذرے گا۔
(۵) جنت میں بلا حساب داخل ہوگا۔

ترک نماز کا وبال

نماز کے مذکورہ فوائد کے ہوتے ہوئے اس سے پہلوتہی کرنا حتیٰ کہ چھوڑ دینا کتنا بڑا وبال ہوگا اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔چشم کشائی اور حصول عبرت کے لئے چند باتیں پیش ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کی وصیت فرمائی۔کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ چاہے تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے۔یا جلادیا جائے یا پھانسی پر لٹکادیا جائے۔جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑو کیونکہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ دین سے نکل گیا۔ [طبرانی]

جو شخص نماز ادا نہیں کرتا اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔اور جس نے وضو صحیح نہیں کیا اس کی نماز صحیح نہیں۔ [بزاز]

جس کی ایک نماز فوت ہوگئی گویا اس کا گھرانا اور مال ہلاک ہوگیا۔ [بیہقی]

حاصل کلام یہ کہ نماز بہت ہی اہم عبادت ہے۔اس کا چھوڑنا دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ہر حال میں اس کی حفاظت کرنی چاہئے۔شیطان ہمیشہ بقیہ ص ۱۱ پر

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

حبیبۃ الحبیب

سرورِ کائنات ﷺ کو اپنی ازواجِ مطہرات میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد سب سے زیادہ محبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھی۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ اسلام میں سب سے پہلی محبت جو پیدا ہوئی وہ حضور ﷺ کی محبت سیّدہ عائشہ سے ہے۔ دوسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ صحابۂ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا عائشہ۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت مذکورہ روایت کے معارض ہے کیوں کہ حضرت عائشہ سے جب پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں محبوب ترین کون تھا تو آپ نے فرمایا فاطمہ زہرا۔ ان دونوں روایتوں میں اگرچہ بظاہر تعارض ہے لیکن تطبیق بڑی آسانی سے دی جا سکتی ہے۔ یعنی ازواج میں حضرت عائشہ اور اولاد میں حضرت فاطمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی محبوبیت کی بنیاد پر حضرت مسروق (جو اکابر تابعین میں ہیں) جب بھی حضرت عائشہ سے کوئی حدیث روایت کرتے تو یوں فرماتے: **حدثتنی الصدیقة بنت الصدیق حبیبة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم** اور کبھی فرماتے: **حدثتنی حبیبة اللہ امرأة من السماء۔**

سرکارِ دو عالم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ سے کس قدر محبت تھی اس روایت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سرکار نے سیدہ عائشہ سے فرمایا عائشہ! تم مجھ سے کب ناراض رہتی ہو اور کب خوش رہتی ہو، میں جان لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا وہ کیسے؟ تو سرکار نے فرمایا جب تم خوش رہتی ہو تو کہتی ہو: **لا و ربّ محمد** اور جب تم ناراض رہتی ہو تو کہتی ہو: **لا و ربّ ابراهیم**۔ اتنا سننے کے بعد حضرت عائشہ بے قرار ہو گئیں اور فرمانے لگیں: **ولکن لا اھجر الّا اسمک** یعنی میں نہیں چھوڑتی مگر صرف آپ کے نام کو۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے کہنے کا مطمح نظر یہ تھا کہ میری کیا بساط کہ میں آپ سے ناراض رہوں بلکہ میں تو ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتی ہوں کہ میرے سرتاج اللہ کے حبیب مجھ سے کبھی ناراض نہ ہوں۔ البتہ جب میں آپ کا نام چھوڑتی ہوں تو للہ یہ نہ سمجھنا کہ میں آپ سے معاذ اللہ بیزار ہوں۔ بلکہ آپ کی ذاتِ گرامی اور آپ کی مقدس یادیں ہمیشہ میرے دل کے نہاں خانے میں جلوہ فشاں رہتی ہیں۔ ہاں کبھی کبھی فقط آپ کا نام نہیں لیتی لیکن آپ کی روح پرور یادوں سے میں ایک لمحہ بھی الگ نہیں رہتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ خود فرماتی ہیں کہ سرکار کا یہ فعل دیگر ازواجِ مطہرات کے بالمقابل فقط میرے ساتھ مختص تھا کہ ہم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے اور اثنائے غسل سرکار مجھ سے سبقت فرماتے تو میں عرض کرتی حضور! کچھ پانی میرے لیے تو چھوڑیئے۔ یہ روایت سرکار کے کمالِ الفت و محبت پر دلالت کرتی ہے۔

بلا شبہ حبیبۃ الحبیب کی حیاتِ طیبہ پوری دنیائے اسلام کے لیے ایک مینارۂ نور اور سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اب آیئے ہم اسلام کی اس عظیم اور مقدس خاتون ام المومنین کی بے مثال زندگی کا ایک مختصر سا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ثانی اثنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کاشانۂ نور میں ہوئی۔ آپ کی تربیت گاہ اس قدر بلند و بالا تھی کہ جہاں آفتابِ نبوت کی نوری شعاعیں سب سے پہلے جلوہ افروز ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت کے معتبر ناقد و ادیب ہیں۔

اپنے گھر میں چاروں طرف اسلام کی تابانیاں اور ضیا باریاں دیکھیں۔ ظاہر ہے کہ جس کی پیدائش و پرورش اس مقدس ہستی کے گھر میں ہوئی جسے دنیا افضل البشر بعد الانبیاء جیسے تقدس مآب لقب سے یاد کرتی ہے تو پھر اس جانِ اسلام عظیم خاتون کی شان وعظمت میں کچھ لکھنا آفتاب کے سامنے چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔

عہدِ طفولیت ہی سے آپ کے روئے انور سے زہد وورع، حزم وتقویٰ اور اعلیٰ فہم وفراست کی قندیلیں فروزاں رہتی تھیں۔ آپ کی ذکاوت وفطانت کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ سنِ طفولیت میں آپ ایک مرتبہ گڑیا کھیل رہی تھیں۔ گڑیوں میں ایک ایسا گھوڑا تھا جس کے دو بازو بنے ہوئے تھے۔ ناگہاں ادھر سے نبی کریم ﷺ کا گذر ہوا تو آپ نے اس بازو والے گھوڑے کو دیکھ کر فرمایا عائشہ! کیا گھوڑے کے بھی بازو ہوتے ہیں؟ تو اس پر حضرت عائشہ نے بڑی متانت وسنجیدگی سے برملا جواب دیا کیا سرکار نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے بازو تھے۔ اتنا سننا تھا کہ سرکار مسکرا پڑے یہاں تک کے آپ کے دندانِ مبارک کشادہ ہو گئے۔ حضرت عائشہ کی زیرکی، دانائی اور قوتِ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ آپ بچپن ہی سے احکام مستنبط فرماتی تھیں اور تمام واقعات کو من عن محفوظ کر لیتی تھیں۔ آپ خود فرماتی ہیں کہ جب مکہ میں یہ آیت بل الساعة موعدھم الخ نازل ہوئی تو اس وقت میں کھیل میں مشغول تھی۔ ہجرت کے وقت آپ نہایت قلیل عمر کی تھیں مگر اس کے باوجود ہجرت کے سارے واقعات آپ کو ازبر تھے۔ یہی سبب ہے کہ آپ سے زیادہ کسی صحابی سے ہجرت سے متعلق تمام واقعات کما حقہ منقول نہیں ملتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی شادی چھ سال کی عمر میں حضور سرورِ کائنات ﷺ سے وقوع پذیر ہوئی اور ۲ھ میں مدینہ طیبہ میں آپ کا زفاف عمل میں آیا۔ یہ آپ کی مابہ الامتیاز خصوصیت تھی کہ آپ کے نکاح سے پہلے نبی کریم ﷺ نے آپ کو عالمِ رؤیا میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشمی پارچہ میں لپیٹ کر کوئی چیز سرکار کو پیش کر رہا ہے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ اس میں کیا ہے تو فرشتے نے جواب دیا کہ اس میں آپ کی زوجہ کی تصویر ہے۔ جب آپ نے اس پارچے کو کھولا تو دیکھا وہ تصویر کسی اور کی نہیں بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ بخاری ومسلم سے مروی ہے کہ سرکار ابد قرار ﷺ نے سیدہ عائشہ سے فرمایا کہ میں نے تمھیں نکاح سے پہلے تین رات متواتر خواب میں دیکھا۔

عین الاصابہ میں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ حضرت عائشہ صدیقہ کے مناقب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ بطور تحدیثِ نعمت فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے اندر ایسی نو خصوصیتیں ودیعت فرمائی ہیں جو کسی اور زوجۂ نبی میں نہیں پائی جاتیں۔ ایک یہ کہ فرشتے نے عالمِ رؤیا میں حضور ﷺ کو نکاح سے پہلے میری صورت دکھائی۔ دوسری یہ کہ جب میں چھ ۶ رسال کی تھی تو سرکار نے مجھے شرفِ زوجیت سے نوازا۔ تیسری یہ کہ نو ۹ رسال کی عمر میں میں کاشانۂ نبوت میں داخل ہوئی۔ چوتھی یہ کہ آپ کی جملہ ازواجِ مطہرات کے مابین میں ہی باکرہ تھی۔ پانچویں یہ کہ جب سرکار میرے بستر پہ ہوتے تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا۔ چھٹی یہ کہ میں آپ کی محبوب ترین بیوی ہوں۔ ساتویں یہ کہ میری برأت میں خداوند قدوس نے قرآن پاک میں اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔ آٹھویں یہ کہ میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنے ماتھے کی آنکھ سے دیکھا ہے۔ نویں یہ کہ سرکار نے میری گود میں سر رکھ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ جنھوں نے نو ۹ سال کی مدت حضرت ثانی اثنین کی آغوشِ تربیت میں گذاری اور ۱۸ رسال حضور ﷺ کی صحبتِ بافیض سے سرفراز رہیں تو پھر ان کے فضائل و مناقب کا احاطہ کرنا کوئی آسان امر نہیں پھر یہ احادیث کی کتابوں میں آپ کے بے شمار اوصاف و کمالات ستاروں کی مانند تابندہ ودرخشندہ نظر آتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی فضیلت سے متعلق ارشاد فرمایا: فضل عائشة

علی النساء لفضل الثرید علی سائر الطعام یعنی حضرت عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔

دوسرے مقام پر سرکار حضرت عائشہ صدیقہ کے علم وفن کی خوبی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: خذو اثلثی دینکم من ھذا الحمیرا۔ یعنی تم اپنے دوتہائی دین کو اس حمیرا یعنی عائشہ سے حاصل کرو۔ سرورِ کائنات ﷺ کے اس ارشادِ گرامی پر اکابر صحابہ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر وعثمان جیسے مہتم بالشان خلفا نے بھی عمل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی کے عہدِ خلافت تک حضرت عائشہ باقاعدہ منصب افتا پر فائز رہیں۔

چنانچہ حضرت قاسم جو اجلہ تابعین میں سے ہیں، فرماتے ہیں: کانت عائشۃ قد استقلت بالفتویٰ فی خلافۃ ابی بکر وعمر وعثمان وھلم جرا الی ان مانت یرحمھا اللہ تعالیٰ۔ یعنی حضرت عائشہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ادوارِ خلافت سے تادمِ حیات مستقلاً منصبِ افتا پر فائز رہیں۔ اللہ ان پر رحمتوں کی بارش فرمائے۔ اگر طوالت کا خوف دامن گیر نہ رہا تو ان شاء اللہ چند صفحوں کے بعد اس سلسلے میں کچھ تفصیل پیش کی جائے گی۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی مایۂ ناز تصنیف "عین الاصابۃ" میں باب فضل عائشہ کے ضمن میں رقم طراز ہیں، عن عروۃ "قال مارأیت احدا اعلم بالحلال والحرام والشعر والطب من عائشۃ"۔ یعنی حضرت عروہ سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے حلال وحرام اور شعر وطب میں حضرت عائشہ سے بڑھ کر کسی کو جاننے والا نہ دیکھا ایسے ہی حضرت مسروق سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: "واللہ لقد رأیت الصحابۃ یسالون عائشۃ عن الفرائض" یعنی بخدا میں نے صحابہ کو حضرت عائشہ سے مسائلِ فرائض پوچھتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت عطا فرماتے ہیں: "کانت عائشۃ افقہ الناس واعلم الناس واحسن الناس رایا فی العامۃ"۔ یعنی حضرت عائشہ لوگوں میں سب سے بڑی فقیہ، عالم اور رائے عامہ میں احسن تھیں۔ حضرت زھری فرماتے ہیں: "لو جمع علم الناس کلھم ثم علم ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکانت عائشۃ او سعھم علماً"۔ یعنی اگر تمام لوگوں کے علم کو یکجا کیا جائے پھر ازواجِ نبی کے علم کو تو حضرت عائشہ کا علم سب سے زیادہ وسیع ہوگا۔ مذکورہ روایتوں سے یہ بات مترشح ہوگئی کہ حضرت عائشہ کا سینہ علم ومعرفت کا لازوال گنجینہ تھا جس کا اعتراف صحابۂ کرام نے بھی کیا ہے۔

یہ آپ کی خوش بختی تھی کہ آپ کا حجرۂ مبارکہ مسجدِ نبوی کے عین متصل تھا۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ سرورِ کائنات ﷺ اپنے صحابہ کے مابین صحنِ مسجد میں جو کچھ بھی پند ونصیحت فرماتے آپ بغور سنتیں اور محفوظ فرمالیتیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی آپ کی عادتِ کریمہ تھی کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بلا جھجھک مسائل دریافت کرتیں اور جب تک کماحقہ تشفی نہ ہوجاتی خاموش نہ رہتیں۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں اس قسم کے بے شمار واقعات درخشاں نظر آتے ہیں جو آپ کی جستجوئے علم پر روشن دلیل ہیں۔

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذہن میں یہ بات آئی کہ شریعت نے فرائض سے متعلق عورت ومرد کے مابین کوئی امتیاز نہیں رکھا تو پھر عورتوں پر جہاد کیوں نہیں جب کہ قیاس یہ کہتا ہے کہ عورتوں پر بھی جہاد فرض ہونا چاہئے۔ آپ نے سرکارِ ابد قرار سے عرض کیا: حضور! کیا عورتوں پر جہاد فرض نہیں تو سرکار نے فرمایا نہیں بلکہ عورتوں کے لیے حج ہی جہاد ہے۔ آپ کی جستجوئے علم کا یہ عالم تھا کہ آپ مسائلِ شرعیہ کی عقدہ کشائی کو مقدم اور بہت ہی اہم سمجھتی تھیں خواہ کیسا ہی موقع رہا ہو مگر آپ سرکار کی بارگاہ میں بلا تامل مسائل پیش کر کے اپنے ذہن ودماغ کو سکون فراہم کرتی تھیں۔

سرکار نے ایلاء کے سلسلے میں ایک ماہ تک اپنی ازواجِ مطہرات کے قریب نہ جانے کا عہد فرمایا تھا۔ جب مہینہ اختتام کو پہنچا تو سوئے اتفاق کہ وہ مہینہ انتیس ۲۹ ردن کا تھا۔ تو سرکار سب سے پہلے حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے

تو حضرت عائشہ نے فرمایا سرکار! آپ نے تو ایک ماہ تک کے لیے ایلاء فرمایا تھا مگر آج انتیسواں دن ہے سرکار تبسم ریز ہوئے اور فرمایا عائشہ! کیا مہینہ انتیس دن کا نہیں ہوتا۔ حالانکہ فطرتِ انسانی کا تقاضہ یہ تھا کہ اس انتہائی کیف وانبساط کے زریں موقع پر حضرت عائشہ کو یہ سوال نہیں کرنا چاہیے تھا مگر آپ کی جستجوئے علم کا ذوق نمو تھا جو بغیر استفسار کیے سیراب نہیں ہوتا تھا۔

حضور ﷺ نے تہجد کی نماز سے فراغت حاصل کی اور وتر پڑھے بغیر استراحت فرمانے لگے تو حضرت عائشہ نے بصد عزو احترام عرض کیا سرکار! وتر پڑھے بغیر آپ آرام فرمانے لگے۔ سرور کائنات نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا عائشہ! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ نبی کی آنکھیں سوجاتی ہیں مگر دل جاگتا رہتا ہے، اسی طرح حضور ﷺ نے کسی موقع سے فرمایا: "من حوسب عذب" یعنی جس کا حساب کیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہوا۔ حضرت عائشہ نے فوراً فرمایا یا رسول اللہ! آپ تو یہ ارشاد فرما رہے ہیں مگر حق تعالیٰ تو فرماتا ہے: "فسوف یحاسب حسابا یسیرا" جب حساب آسان ہوگا تو پھر عذاب کا نزول کیسے ہوسکتا ہے۔ سرکار نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ پیشی ہے حساب نہیں۔ ایسے ہی سرکار نے ایک بار فرمایا کہ کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا مگر خداوند قدوس کی رحمت سے۔ سیدہ عائشہ نے عرض کیا حضور! کیا آپ بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں میں بھی خداوند قدوس کی رحمت ہی سے جنت میں داخل ہوں گا مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت میں چھپالیا ہے۔

حضرت عائشہ کا سرکار کی بارگاہ میں بلا جھجھک مسائل کرید کرید کر پوچھنا اور مسائل کی تہہ تک پہنچ کر ہمیں باخبر کرنا بلا شبہ پوری ملتِ اسلامیہ پہ ایک احسانِ عظیم ہے جو ناقابلِ فراموش ہے ورنہ ہم بیشتر مسائل سے ناواقف اور سرکار کے ارشادات کے رموز واسرار سے ناآشنا رہ جاتے۔ حضرت عائشہ کے اندر خداوندِ قدوس نے اپنی عطائے خاص سے گوناگوں محیر العقول ایسی صفات ودیعت فرمائی تھیں کہ آپ ہر میدان میں یکتائے روزگار نظر آتی تھی۔ یہ تو آپ نے سیدہ عائشہ کے علم وفن ملاحظہ فرمائے۔ آئیے کچھ اختصار کے ساتھ اُم المومنین کی شانِ سخاوت بھی دیکھیں۔

سیدہ عائشہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! بار بار دل میں یہ آرزو مچل رہی ہے کہ میں جنت میں بھی آپ کی رفاقت سے شرف یاب رہوں۔ لہٰذا آپ اپنی زبانِ اقدس سے فرمادیں تاکہ مجھے اطمینانِ قلبی حاصل ہوجائے، سرکار نے فرمایا اگر تم اس بلند مرتبہ تک پہنچنا چاھتی ہو تو میری ان دو باتوں پر عمل کرتی رہنا۔ ایک یہ کہ کل کے لیے کھانا بچا کر نہ رکھنا اور دوسری بات یہ کہ اس کپڑے کو بے کار اور ناقابلِ استعمال نہ سمجھنا جو پیوند کے قابل ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عائشہ سرکار کے ارشاداتِ مذکورہ پر تادم حیات کاربند رہیں۔ چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ کو اس وقت ستر ہزار درہم راہِ خدا میں صدقہ کرتے دیکھا جب کہ آپ کی مبارک قمیص میں جابجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے آپ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو آپ نے فوراً پوری رقم غرباء میں تقسیم فرمادی حتی کہ افطار کے لیے بھی اس رقم سے کچھ بھی محفوظ نہیں رکھا حالانکہ اس دن آپ روزے سے تھیں۔ آپ کی کنیز نے عرض کیا اگر اس کثیر رقم سے ایک درہم بھی آپ روٹی کے لیے بچالی ہوتیں تو کیا ہی اچھا ہوا ہوتا۔ حضرت عائشہ نے بڑی سادگی سے جواب دیا کہ تم نے پہلے سے بتایا اور نہ مجھے یاد رہا۔ سیدہ عائشہ کا جذبۂ سخاوت تو دیکھیے کہ ایک طرف افطار کے لیے گھر میں کھانے کا سامان موجود نہیں ہے اور دوسری طرف آپ کے پاس ایک لاکھ درہم جیسی کثیر رقم ہے مگر آپ نے اپنی ذات کے لیے ایک درہم بھی نہیں رکھا بلکہ پوری رقم راہِ خدا میں تقسیم فرما کر اسلام کی تاریخ کے صفحات پر اپنی بے مثال سخاوت کا دائمی نقش چھوڑ دیا۔

حضرت عائشہ کے سینے میں ایک ایسا دل تھا جو کہ ہر دم خوفِ خدا سے لرزتا رہتا تھا۔ ہر چند کہ آپ سرورِ کائنات ﷺ کی محبوب ترین زوجہ تھیں اور انتہائی تقویٰ شعار اور زہد وورع کی شہسوار تھیں۔ یہی وہ وصف ہے جو خاصانِ خدا کے اندر بدرجۂ اتم ضوفشاں رہتا ہے۔ چنانچہ آپ نے وصال کے وقت

بطریقِ الحاح فرمایا۔ کاش خداوند قدوس نے مجھے درخت بنا دیا ہوتا اور میں کاٹ دی جاتی تا کہ مجھے کوئی یاد ہی نہیں کرتا۔ پھر کبھی فرماتیں کاش میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی۔ یہ آپ کی دنیا سے سخت ترین بےزاری اور تنفر کی بین دلیل ہے۔

سرورِ کائنات ﷺ کے وصال پر ملال کے بعد سیدہ عائشہ نے چالیس سال عالمِ بیوگی میں گذارا مگر اس طویل عرصے میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ملتا جو آپ کی تبلیغ و اشاعت دین اور خدمتِ خلق سے خالی و عاری رہا ہو۔ یہ آپ کا معمول تھا کہ جب حج کا مہینہ آتا تو آپ حج کے لیے تشریف لے جاتیں اور ان ایام میں بھی تبلیغ و ترویج کے اہم فرائض بحسن و خوبی انجام دیتیں۔ ایک مرتبہ حج کے زمانے میں ایک ایسی عورت پر آپ کی نظر پڑی جس نے صلیب کے نقش و نگار سے مزین چادر پہن رکھی تھی۔ یہ دل سوز منظر دیکھ کر آپ پر جلال ہوگئیں اور فرمایا: للہ یہ چادر اُتار پھینکو۔ تمہارا یہ فعل اسلام کے مقدس اصول سے سخت انحراف پر دال ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ تمھیں اس لباس میں دیکھتے تو انہیں بے حد ملال ہوتا۔ دراصل آپ کا یہ وصف خاص تھا کہ جب کسی کو غیر شرعی امور کا مرتکب دیکھتیں تو فوراً اسے متنبہ فرماتیں۔ بھلا کیوں نہ ہو آپ کی حیاتِ طیبہ تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر کی جیتی جاگتی تفسیر تھی اور آپ تازندگی حضور ﷺ کی اس حدیث پر عمل پیرا رہیں۔

من رای احد منکم منکراً فلیغیرہ بیدہٖ و ان لم یستطع فبلسانہٖ و ان لم یستطع فبقلبہ ھٰذا اضعف الایمان۔ یعنی اگر تم سے کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اتنی استطاعت و طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے اور اگر اتنی بھی قوت نہ ہو تو کم از کم دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

جہاں تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تعلق ہے احادیث و سیر کی کتابوں میں حضرت عائشہ سے متعلق بہت سارے واقعات ملتے ہیں کہ آپ نے کبھی بھی اخفائے حق نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ آپ لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتی رہیں اور برائیوں سے روکتی رہیں۔

حضرت عائشہ کی بارگاہ میں ایک لڑکی گھنگرو پہن کر آئی تو آپ نے بے ساختہ فرمایا، میرے پاس گھنگھرو پہن کر نہ آیا کرو۔ تمھیں نبی کریم ﷺ کا ارشاد نہیں معلوم کہ سرکار نے فرمایا کہ جس گھر یا قافلہ میں گھنٹہ بجتا ہو وہاں فرشتے نہیں آتے۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں ایک بہت ہی پرانی رسم نسلاً بعد نسل چلی آرہی تھی کہ جب بچہ پیدا ہوتا تو اس کے سر کے نیچے استرا باندھ دیا جاتا تھا کیوں کہ لوگوں کا عقیدہ تھا کہ استرا باندھ دینے کے بعد بچہ پر بھوت پریت کا برا اثر نہیں پڑتا۔ مدینہ میں عورتیں عام طور پر اپنے نوزائیدہ بچوں کو حضرت عائشہ کی بارگاہ میں بغرضِ تحنیک لاتی تھیں۔ چنانچہ ایک عورت اپنے بچہ کو آپ کی خدمت میں لائی تو اس کے سر کے نیچے بھی اُسترا بندھا ہوا تھا۔ تو فوراً فرمایا کہ تم نے یہ کیوں باندھ رکھا ہے؟ عورت نے جواب دیا کہ اس کی وجہ سے بچہ بھوت پریت سے مامون و محفوظ رہتا ہے۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا اسے اُتار پھینکو کیا۔ تمھیں نہیں معلوم کہ سرکار نے شگون سے منع فرمایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ کے فضائل و مناقب اس قدر کثیر و قیع ہیں کہ اس کا بالکلیہ احاطہ کرنا ایک امرِ ناممکن ہے۔ اختصاراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی مقدس زندگی پوری دنیائے اسلام کے لیے ایک لازوال درسِ عظیم ہے اور آپ نے پریکٹیکل طور پر یہ ثابت کر دکھایا کہ عورت پردہ میں رہ کر بھی علم و فن اور فضل و کمال کی متحمل ہوسکتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ تبلیغ و اشاعت اور خدمتِ خلق کی اہم ذمے داریاں نبھاسکتی ہے۔

■■■

ص ۴۳ کا بقیہ.........................

ارادت مند کا تقاضائے ارادت کہہ کر گزر جایا جائے، حقیقت کا یہ برملا اعتراف انصاف و دیانت کے تمام تر تقاضوں کے ساتھ پکار رہا ہے کہ پروپیگنڈوں کا سحر اور الزامات کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔''

■■■

امام احمد رضا اور تصور تعلیم

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی عالم و فقیہ، محدث و مفسر اور ادیب و شاعر تھے، علوم عقلیہ و نقلیہ پر کامل دسترس رکھتے تھے، جدید و قدیم علوم و فنون میں یگانۂ روزگار تھے اور ایک ماہر تعلیم بھی۔

آپ کی ولادت ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو شہر بریلی (یوپی) میں ایک معزز گھرانے میں ہوئی، والد ماجد مولانا نقی علی خاں بریلوی (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) اپنے عہد کے عظیم مفتی اور صف اول کے مصنف و مصلح تھے۔ فقاہت میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے، اپنے والد مولانا رضا علی خاں بریلوی (م ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء) کی طرح انگریزوں سے سخت نفرت رکھتے تھے، امام احمد رضا نے جملہ علوم وفنون کی تحصیل اپنے والد ماجد اور گھریلو اتالیق سے کی، بعض علما سے استفادہ فرمایا جن میں مولانا سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی (م ۱۹۰۶ء) اور مولانا عبدالعلی رامپوری (م ۱۸۸۵ء) سرفہرست ہیں، بعض ابتدائی درس مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی (م ۱۹۱۷ء) سے لیے بعد میں وہ خود امام احمد رضا سے استفادہ کرنے لگے۔

امام احمد رضا علوم وفنون کے بحر بیکراں تھے، اپنے ۵۴ر علوم کا تذکرہ خود فرمایا، اکیس علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کیے، وہ علوم جو اساتذہ سے نہیں پڑھے لیکن نقاد علمائے کرام سے اجازت حاصل فرمائی دس شمار ہوتے ہیں، وہ علوم جنہیں کتب بینی اور فکر و نظر کے استعمال سے حل فرمایا ان کی تعداد چودہ ہے، اسی طرح نو علوم اور شمار کرائے ہیں جن کی تعلیم بھی کسی استاذ سے نہیں لی، عصر جدید میں علم و فن کا شہرہ ہے لیکن خود نمائی و جاہ طلبی کا عنصر غالب آ گیا ہے، فخر و غرور کا یہ عالم کہ ایک علم میں درک رکھنے والا دوسروں کو حقیر گمان کرتا ہے، گویا علم کا حصول بھی "برتری" کے جذبہ کے تحت کیا جا رہا ہے، امام احمد رضا ۵۴ر علوم کے جاننے والے ہی نہیں بلکہ ان علوم کے ہر جزیے اور پہلو پر تعمق رکھتے تھے، اسے اللہ عزوجل کی عنایت سمجھتے تھے اور تشکر بجالاتے، ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"میرا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ ان (علوم) میں اور ان کے علاوہ دیگر حاصل کردہ فنون میں بہت بڑا ماہر ہوں، میں تو اپنی انتہائی کوشش یہ سمجھتا ہوں کہ ان علموں سے کچھ حصہ نصیب ہوا ہے، اللہ تعالیٰ سے سوال ہے کہ وہ مزید برکت فرمائے، میں سمجھتا ہوں کہ ہر فن کے معمولی طالب علم کو مجھ پر غلبہ ہے لیکن مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے جسے چاہتا ہے گراتا ہے۔" [1]

دارالعلوم منظر اسلام کا قیام اور درس و تدریس

امام احمد رضا نے درسیات سے فراغت کے بعد ہی منصب افتا کو زینت بخشی، کچھ عرصہ طلبہ کو پڑھایا پھر تصنیف و تالیف اور کثرت کار کے سبب تدریس کا سلسلہ منقطع ہو گیا البتہ مخصوص شاگردوں کی تربیت کا سلسلہ جاری رہا، اس لحاظ سے آپ کے تلامذہ ہند و پاک، بنگلہ دیش، حجاز مقدس اور عرب و افریقہ میں پھیلے ہوئے ہیں، ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں شہر بریلی میں آپ نے "دارالعلوم منظر اسلام" قائم فرمایا، فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا خاں (م ۱۹۴۳ء) اس کے مہتمم اول مقرر ہوئے، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رقم طراز ہیں:

"امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے تحریر کے ساتھ ساتھ کچھ عرصہ تدریس کو بھی ذریعۂ تعلیم و تبلیغ بنایا، وہ دارالعلوم منظر اسلام کے بانی تھے انہوں نے یہ دارالعلوم

*مضمون نگار نوری مشن مالیگاؤں کے ایک فعال رکن ہیں۔

اس وقت قائم کیا جب دشمن اسلام حاکموں نے سنی مسلمانوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا، ایک مثالی دینی مدرسے کے بانی کے لئے ضروری ہے کہ اس میں اخلاص ہو، وہ فکر صحیح کا مالک ہو، تعلیم کے بارے میں اس کے نظریات واضح اور مفید ہوں، جب ہم امام احمد رضا کی حیات وتعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں ہم کو ان کے ہاں یہ ساری خوبیاں نظر آتی ہیں اور دل گواہی دیتا ہے کہ کسی بھی مثالی دینی ادارے کا بانی ہو تو ایسا ہو۔'' ۲؎

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے مطابق امام احمد رضا نے درسیات سے فراغت کے بعد گھر پر ہی چند سال طلبہ کو پڑھایا پھر کچھ عرصہ دار العلوم منظر اسلام میں بھی پڑھایا اور بعد میں گونا گوں علمی مصروفیات کی وجہ سے گھر پر صرف مخصوص طلبہ کو مخصوص علوم وفنون کا درس دیتے رہے۔

تصور نصاب

عظیم اللہ جندران، ایم اے اردو جامعہ پنجاب (لاہور) ایم، ایڈ اسلامیہ یونیورسٹی (بہاولپور) نے تعلیمی ادارے کے نصاب کی تشکیل کے حوالے سے امام احمد رضا کے تصور نصاب کے ضمن میں جو نتائج اخذ کیے ہیں اور خصوصیات بیان کی ہیں اس کے نکات کچھ اس طرح ہیں:

(۱) نصاب کی سب سے اہم خوبی یہ ہونی چاہیے کہ وہ نظریۂ حیات کے مطابق تیار کیا گیا ہو اس میں کوئی بھی ایسی چیز شامل نہ ہو جو نظریۂ حیات سے متصادم ہو۔

(۲) نصاب جامع ہو اور طلبہ کی نفسیاتی ضرورتوں کو پورا کرے۔

(۳) بے سود وقت کو ضائع کرنے والی تعلیم کسی کام کی نہیں، نصاب معاشرتی ضرورتوں کا آئینہ دار ہو۔

(۴) نصاب میں تربیتی عنصر بھی شامل ہو۔

(۵) نصاب عصری تقاضوں کے مطابق ہو لیکن دین متین کی بنیادوں پر استوار رہو۔

(۶) آپ کے مطابق مروجہ سائنسی نظریات کو اسلامی نظریات کی روشنی میں پرکھ کر ہی نصاب کا حصہ بنانا چاہیے۔

(۷) نصاب اطاعت وحب رسول ﷺ سے سرشار ہو۔

(۸) نصاب عملاً قابل قبول ہو، کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مفید تعلیم دی جائے۔

(۹) نصاب کی تیاری کے دوران مقصدیت بھی پیش نظر ہو اور وہ دین فہمی ہو۔

(۱۰) ہر وہ علم وفن جو دین سے برگشتہ وغافل کرے اس سے دین وایمان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اسے شامل نصاب نہیں ہونا چاہیے۔

ریسرچ اسکالر عظیم اللہ جندران لکھتے ہیں کہ:

''امام احمد رضا خاں کا تصور نصاب جو ایک طرف تو آپ کی علمی قابلیت وصلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہے تو دوسری طرف قومی تعلیمی پالیسی کے گراں قدر رہنما اصولوں سے بھی مزین ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ وسعت علمی کے تحت آپ کے تجویز کردہ نصابی ماڈلز کو بھی ٹیچرز ٹریننگ اسکولز، کالجز، یونی ورسٹیز کے کورسز میں شامل کیا جائے تا کہ اس عظیم اسلامی مفکر تعلیم کے علمی ورثہ سے استفادہ کرسکیں۔'' ۳؎

ابتدائی تعلیم کا نصاب تربیت

سلیم اللہ جندران ریسرچ اسکالر پنجاب یونیورسٹی (لاہور) فتاویٰ رضویہ جلد دہم کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا خاں ابتدائی تعلیم کا نصاب نہایت تصریح ووضاحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں (۱) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ، پھر پورا کلمہ لاالہ الااللہ سکھائے۔ (۲) جب تمیز آئے آداب سکھائے، کھانے پینے، ہنسنے بولنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ استاد اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے طرق وآداب بتائے۔ (۳) قرآن مجید پڑھائے۔ (۴) بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔ (۵) عقائد اسلام وسنت سکھائے۔ (۶) حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے۔ (۷) حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب واولیا وعلما کی محبت وعظمت کی تعلیم دے۔

(۸) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔ (۹) علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز، روزہ کے مسائل سکھائے۔ (۱۰) توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدر ولسان وغیرہ خوبیوں کے فضائل بتائے۔ (۱۱) حرص وطمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہ برائیوں کے رذائل پڑھائے۔ (۱۲) زمانۂ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت پرنشاط باقی رہے۔ (۱۳) زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یارِ بدمارِ بد سے بدتر ہے۔''۴

چوں کہ نصاب تعلیم میں معلم (استاذ) کا کردار کلیدی ہوتا ہے اور ابتدائی درس کے اثرات مستقبل کے لئے معاون ہوتے ہیں اس لئے ابتدائی تعلیم میں تعمیر شخصیت کے پہلو کو کسی طرح فراموش نہیں کیا جاسکتا، طالب علم اور تربیت اولاد کے ضمن میں سلیم اللہ جندران تحریر فرماتے ہیں:

''مدرسہ میں استاذ کی شخصیت، گھر میں ماں باپ کی طرح بچوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ دار ہوتی ہے، امام احمد رضا خاں ۵/تا ۶/سال کی عمر کے بچوں کے اسکول مدرسہ/ ایجوکیشن کے آغاز پر والدین پر یہ ذمہ داری عائد کرتے ہیں کہ والد'' بچے کو نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ اور عمر رسیدہ استاد کے سپرد کرے اور بیٹی کو نیک، پارسا عورت سے پڑھوائے'' اگرچہ آج کل کے حالات میں بچوں کے لئے نیک، متقی، صحیح العقیدہ اور عمر رسیدہ (کہنہ مشق/تجربہ کار) استاد کامل جانا نعمت عظمٰی سے کم نہیں ہے اور عام حالات میں نہایت کٹھن کام ہے، بچوں کی تعلیم کے ضمن میں والدین اگر اس قدر دلچسپی لیں تو ان کے بچوں کے یقینا بہتر شخصیت کی تعمیر ممکن ہے۔''۵

استاذ کا مقام اور ادب واحترام

جس طرح جسم انسانی میں قلب کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اسی طرح پورے نظام تعلیم میں استاذ کی حیثیت ہوتی ہے، نصاب کتنا ہی عمدہ ہو لیکن اس کی تدریس بہتر نہ ہو تو نتائج منفی ظاہر ہوتے ہیں، استاذ کے بغیر تربیت کے مقاصد حاصل نہیں ہوتے، متعلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ استاذ کی عزت اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھے، اس کی عظمت کو مانے کہ بغیر اس کے تعلیم کا فیض حاصل نہیں ہوتا، امام احمد رضا نے استاذ کے وقار، ادب، احترام اور مقام کی وضاحت فرمائی ہے جسے نکات کی صورت میں تحریر کیا جاتا ہے:

''(۱) استاذ کا شاگرد پر ایک سا حق ہے برابر اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے اور اس کی بات کو رد نہ کرے۔ (۲) اپنے استاذ کے حقوق واجب کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے۔ یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ (۳) استاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے۔ (۴) جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے۔ (۵) اپنے استاذ پر کسی کو ترجیح نہ دے اگر ایسا کریگا تو اس نے اسلام کے رشتوں سے ایک رسی کھول دی۔ (۶) استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو اتو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔ (۷) عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، ہاں اگر وہ کسی خلاف شرع بات کا حکم کرے ہر گز نہ مانے کہ **لاطاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالیٰ** (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں) مگر اس نہ ماننے میں گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے **فان المنکر لایزال بمنکر** (گناہ کا ازالہ گناہ سے نہیں ہوتا)''۶

ضابطہ اخلاق اور تصور سزا

فی زمانہ مخرب اخلاق تعلیم و تعلّم کا دور دورہ ہے، ایسے میں اخلاق کے جوہر کا پایا جانا مشکل ہے، اسلام نے اخلاق کو تربیت میں بنیادی حیثیت دی ہے اور اسے علم کا لازمی حصہ بنا دیا ہے، استاذ دورانِ درس متعلم کی اصلاح کے لئے اور اس کے تعلیمی ذوق کو بڑھانے کے لئے سزا دینے کا مجاز ہے لیکن اس کے لئے بھی ضابطہ اخلاق اور اصول مدِنظر رہے، سلیم اللہ جندران رقم طراز ہیں:

"امام احمد رضا خاں بریلوی (۱۳۱۰ھ) فتاویٰ رضویہ جلد دہم، باب دہم، علم التعلیم اور عالم و متعلم میں استاد کے لئے یہ ضابطۂ اخلاق دیتے ہیں "(استاذ) پڑھانے سکھانے میں رفق ونرمی ملحوظ رکھے موقع پر چشم نمائی، تنبیہ تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ زیادہ فساد کا اندیشہ ہے، مارے تو منہ پر نہ مارے اکثر اوقات تہدید وتخویف پر قانع رہے کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے" امام احمد رضا خاں تدریس میں نرمی اور حکمت کے ذریعے ضبط قائم کرنے پر زور دیتے ہیں۔" [۷]

۱۹ر شوال المکرم ۱۳۱۵ھ کو مولانا خلیل احمد خاں پیشاوری نے فارسی میں ایک سوال بھیجا جس میں امام احمد رضا سے پوچھا کہ استاد اپنے شاگرد کو بدنی سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواب (بزبان فارسی) کے اردو ترجمے کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں:

"ضرورت پیش آنے پر بقدر حاجت تنبیہ، اصلاح اور نصیحت کے لیے بلا تفریق اجرت و درم اجرت استاد کا بدنی سزا دینا اور سرزنش سے کام لینا جائز ہے مگر یہ سزا لکڑی ڈنڈے وغیرہ سے نہیں بلکہ ہاتھ سے ہونی چاہئے اور ایک وقت میں تین مرتبہ سے زائد پٹائی نہ ہونے پائے۔" [۸]

علوم عقلیہ وسائنس کی تحصیل:

اسلام کے نزدیک ان تمام علوم کا حاصل کرنا اور درس لینا جائز ہے جو حدود شرع میں ہوں اور مُضر نہ ہوں، ماہرین تعلیم نے تعلیمی نظریات کو تین خانوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) اشتراکی (۲) جمہوری (۳) اسلامی۔ اشتراکی نظام تعلیم مادیت پہ بحث کرتا ہے، اس میں مذہب کے لئے کوئی جگہ نہیں، جمہوری نظام تعلیم مملکت میں بسنے والے تمام مذاہب میں مساوات اور تہذیبی اشتراک کو مدنظر رکھ کر تشکیل پاتا ہے عموماً اس میں مذہبی تعلیم کو نظرانداز کردیا جاتا ہے۔

لہٰذا ان دونوں نظام ہائے تعلیم میں مذہبی روح کا پاس و لحاظ نہیں، اسلامی نظام تعلیم میں انسانی زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کرلیا جاتا ہے، حتیٰ کہ گود سے گور تک تعلیم وتربیت کا اہتمام اسلام نے کررکھا ہے، حیات کا کوئی گوشہ تشنہ اور محروم نہیں، اسلام! جہالت، جور وستم، منافرت و عداوت جیسے غیر انسانی رویوں کا خاتمہ کر کے ایک ذمہ دار شہری تیار کرتا ہے۔

علم کے ساتھ اصول وقانون اور ضابطہ کا ہونا لازمی وضروری ہے، علم کے دو رُخ ہیں، منفی و مثبت، قانون وضابطہ راحت و طمانیت کو راہ دیتا ہے اس کی صورت مثبت پہلو کے قیام سے یقینی ہے مثلاً سائنس کو دیکھیں اسے انسانی زندگی کی بقاو آسائش کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور جوہری توانائی کو اسیر بنا کر آبادیوں میں منتشر کر کے حیات انسانی کے خاتمہ کے لئے بھی، اسلام ہر علم کے لئے قانون فراہم کرتا ہے اور سلامتی کے پیغام کو فائق رکھتا ہے، امام احمد رضا تمام علوم کو دین حق کے زاویے سے دیکھتے تھے، آپ کے نزدیک انہیں علوم کی تعلیم دی جائے جو دین ودنیا میں کام آئیں، غیر مفید اور غیر ضروری علوم کو نصاب سے خارج کردیا جائے۔

سائنس وفلسفہ جو اشتراکی وجمہوری نظام ہائے تعلیم کے زیر اثر پروان چڑھتے ہیں، عموماً اس میں مذہب کی رورعایت نہیں ہوتی، ایسے ایسے نظریات پڑھائے جاتے ہیں جو مذہبی اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتے اور فکری انتشار کو راہ دیتے ہیں، امام احمد رضا ایسے علم کو مُضر قرار دیتے ہیں اور اسے "علم" تسلیم نہیں کرتے، لکھتے ہیں:

''ہیہات ہیہات (افسوس افسوس) اسے علم سے کیا مناسبت، علم وہ ہے جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ ہے، نہ وہ جو کفار یونان کا پس خوردہ، اسی طرح وہ ہیئت جس میں انکار وجود آسمان وتکذیب گردش سیارات وغیرہ کفریات و امور مخالف شرع تعلیم کئے جائیں وہ بھی مثل نجوم حرام وملوم اور ضرورت سے زائد حساب یا جغرافیہ وغیرہما داخل فضولیات ہیں۔'' ۹

برطانوی انگریز نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون (م ۱۹۹۸ء) نے اپنے مقالہ ''امام احمد رضا کی عالمی اہمیت'' میں یہ تاثر دیا ہے کہ:

''آپ کا نظریہ تھا کہ سائنس کو کسی طرح بھی اسلام سے فائق اور بہتر تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کسی اسلامی نظریے، شریعت کے کسی جز یا اسلامی قانون سے گلوخلاصی کے لئے اس کی کوئی دلیل مانی جاسکتی ہے، اگرچہ وہ خود سائنس میں خاصی مہارت رکھتے تھے لیکن اگر کوئی اسلام میں سائنس سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے کوئی تبدیلی لانا چاہتا تھا آپ اسے ٹھوس علمی دلائل سے جواب دیتے تھے۔'' ۱۰

امام احمد رضا قرآن عظیم سے فیض پاتے احادیث نبوی سے اکتساب کرتے اور انہیں کی روشنی میں علوم کو جانچتے اور پرکھتے، جس کو ان کے مطابق پاتے تسلیم کرتے اور جسے مخالف پاتے اس کی شدت سے مخالفت کرتے اس میں کسی طرح کی لچک کے قائل نہ تھے، آپ سائنس کو قرآن مقدس کی روشنی میں پرکھنے کے قائل تھے، اس لئے آپ سائنس کی تعلیم کی مشروط اجازت دیتے ہیں کہ ''سائنس اور مفید علوم عقلیہ کی تحصیل میں مضائقہ نہیں مگر ہیئت اشیا سے زیادہ خالق اشیا کی معرفت ضروری ہے۔'' ۱۱

ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''مطلقاً علوم عقلیہ کی تعلیم وتعلّم کو ناجائز بتانا یہاں تک کہ بعض مسائل صحیحہ مفیدہ عقلیہ پر اشتمال کے باعث توضیح وتلویح جیسے کتب جلیلہ عظیمہ دینیہ کے پڑھانے سے منع کرنا سخت جہالت شدیدہ وسفاہت بعیدہ ہے۔'' ۱۲

امام احمد رضا ضروریات دین کا علم حاصل کر لینے کے بعد دیگر علوم کو حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور ان علوم کے حصول کو مباح قرار دیتے ہیں جن سے واجب شرعی میں خلل نہ آئے۔ آپ لکھتے ہیں:

''ہاں جو شخص ضروریات دین مذکورہ سے فراغت پاکر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے۔'' ۱۳

ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں:

''اگر جملہ مفاسد سے پاک ہو تو علوم آلیہ مثل ریاضی و ہندسہ وحساب وجبر ومقابلہ وجغرافیہ وامثال ذلک ضروریات دینیہ سیکھنے کے بعد سیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں کسی زبان میں ہو اور نفس زبان کا سیکھنا کوئی حرج رکھتا ہی نہیں۔'' ۱۴

انگریزی زبان سیکھنا

امام احمد رضا کے مطابق کسی بھی زبان کے سیکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن مقصد دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ ہو اور عقائد محفوظ وسلامت رہیں، ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے، انگریزی ہو خواہ کچھ ہو ایسی چیز پڑھنا حرام ہے۔'' ۱۵

استعماری قوتوں نے مسلمانوں کے علم وفن سے رشتے کو کمزور کرنے کے لئے ایسے نصاب تشکیل دے لیے جن سے اسلامی سوچ وفکر میں واضح تبدیلی آئی۔ عقائد میں انتشار برپا ہوا، آنریبل ایم نفنسٹن اور آنریبل ایف وارڈن نے ۱۸۲۳ء/ ۱۲۳۸ھ کو جو ایک متفقہ یادداشت (انگریز) گورنمنٹ کو پیش کی تھی اس سے بھی مغربی نظام تعلیم کے اجرا کے استعماری مقاصد عیاں ہوتے ہیں، اس یادداشت کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس نے نہ صرف ان کی عملی ترقی کی ہمت افزائی کے لئے تمام ذرائع کو ہٹایا ہے بلکہ حالت یہ ہے کہ قوم کے اصلی علوم بھی کم ہوجانے کا اندیشہ ہے

اس لزام کو دور کرنے کے لئے کچھ کرنا چاہیے۔"[۱۲]

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے تعلیمی تصورات (جن کی بنیاد مضبوط و مستحکم اسلامی عقائد و تعلیمات پر ہے) کو مقصدیت سے جوڑ کر تعمیر شخصیت کا واضح اصول مقرر فرما دیا وہ یہ کہ علوم جدیدہ ہوں یا دیگر علوم و فنون وہ اسلامی فکر و خیال کو پروان چڑھاتے ہوں اور حق شناسی کا جوہر عطا کرتے ہوں ان کا حصول بلا شبہ کیا جانا چاہیے، آج ضرورت ہے کہ امام احمد رضا کے پیش کردہ تجاویز و تعلیمی افکار کو فروغ دیا جائے تا کہ مسلمانوں کے تعلیمی انحطاط و زوال کی تیرگی دور ہو اور سویرا نمودار ہو۔

مصادر و مراجع

(۱) احمد رضا خاں، امام، الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، مطبوعہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی، ص ۱۶۳

(۲) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، دار العلوم منظر اسلام، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۱ء، ص ۶-۷

(۳) عظیم اللہ جندران، امام احمد رضا کا تصور نصاب، مشمولہ یادگار رضا ۲۰۰۴، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی، ص ۱۰۶ تا ۱۲۸

(۴) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، نومبر ۲۰۰۵ء، ص ۴۱

(۵) معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۳ء کراچی، مقالہ تعمیر شخصیت اور تربیت اولاد کا اسلامی نفسیاتی ماڈل، ص ۸۲-۸۳

(۶) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۲۳، مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، ص ۶۳۷ تا ۶۳۹

(۷) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، نومبر ۲۰۰۰ء، ص ۴۳-۴۴

(۸) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۲۳، مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، ص ۶۵۲

(۹) ایضاً، ص ۶۲۸-۶۲۹

(۱۰) محمد ہارون، ڈاکٹر، امام احمد رضا کی عالمی اہمیت، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں، ص ۸-۹

(۱۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، دار العلوم منظر اسلام، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۱ء، ص ۱۰

(۱۲) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۲۳، مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، ص ۶۳۴

(۱۳) ایضاً، ص ۶۴۸

(۱۴) ایضاً، ص ۷۰۶

(۱۵) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (قدیم) جلد ۶، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی، ص ۲۴

(۱۶) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، فروری ۲۰۰۱ء، ص ۴۰-۴۱

■■■

ص ۱۴ کا بقیہ..........

کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ کیا ایڈس (Aids) خدائی عذاب نہیں ہے، آج ایڈس (Aids) نے دنیا میں بلکہ ہندوستان میں یہ مرض بہت تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ محکمہ صحت کے وزیر کا ابھی حال ہی میں یہ بیان اخبار بینوں نے پڑھا ہوگا کہ اس مہلک بیماری نے ہلچل مچا رکھی ہے، نہایت تیزی کے ساتھ ہزاروں مریضوں کی جان لینا۔ کیا اس خدا بیزار اور مادر پدر آزاد تہذیب کے منہ پر یہ قدرت کا طمانچہ نہیں ہے؟ . . . خواہشاتِ نفسانی وقارِ بشری کو دیمک کی طرح کھوکھلا کر دیتی ہے، خواہشات کی اتباع کرنا شانِ بندگی کو مسخ کر کے رکھ دیتا ہے، سماج میں خواہشات و شہوات کی زیادتی سماج کیلئے رسوائی و ذلت کا سبب بنتی ہے جیسے دہلی میں دامنی نام کی لڑکی (ریپ کیس) کا شرم ناک واقعہ ہوا اور پھر مسلسل حادثات ہوتے چلے آر ہے ہیں۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ عورت کی آزادی کے نام پر بلا روک ٹوک دیر رات تک بوائے فرینڈ کے ساتھ گھومنا پھرنا، اس سے جنسی اختلاط پروان چڑھے گا تو انجام کار اِفعالِ شنیعہ (برے کام) کا ارتکاب ضرور ہوگا — اسی لئے محمد عربی ﷺ نے واضح قانون کا نفاذ فرماتے ہوئے خدائی حکم قرآن کا اعلان فرمایا: ''زنا کے قریب نہ جاؤ یہ بڑی بری راہ ہے اور برا چلن ہے''۔ [سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 17]

زنا انتہائی برا فعل ہے صرف اس سے اجتناب اور پرہیز ضروری نہیں بلکہ اس کے داعی اور تقریب و تمہید بقیہ ص ۴۰ پر

از: مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی*

رضاشناسی اور علامہ کامل

حضرت علّامہ محمد میاں کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق صوبۂ بہار کے ایک مردم خیز خطے سہسرام سے تھا۔ سہسرام کے جس علمی ماحول میں آپ نے آنکھیں کھولیں اس میں علم وادب، فکر ونظر اور شعر وسخن کے آبشار پھوٹ رہے تھے۔ یہ سرزمین شروع سے علم وادب اور فکر وفن کے تاجوروں کا مسکن رہی۔ ہر دور میں علمائے کرام، فضلائے اسلام، شعرائے انام اور اولیائے عظام نے اس کی کلاہِ افتخار میں چار چاند لگائے۔ عقائد و نظریات کے اعتبار سے بھی یہ سرزمین اہل سنّت وجماعت جسے آج مسلک اعلیٰ حضرت سے تعبیر کیا جاتا ہے، کا عظیم مرکز تسلیم کی گئی۔ ابھی ماضیٔ قریب میں تو بھاگلپور و مضافات میں دیوبندی وہابی کے مقابلے میں سہرامی بولا جاتا تھا۔ یعنی دار العلوم خیریہ نظامیہ کی تبلیغی ودعوتی خدمات کے زیر اثر صحیح العقیدہ سنّی مسلمان کے لیے سہسرامی بولا جاتا۔ یوں کہا جائے کہ سہسرامی بریلوی کا ہم معنی تھا، خطیب مشرق حضرت علّامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ بھی علّامۂ اجل سہسرامی کے وصال پر لکھے اپنے مضمون میں اس کا اعتراف فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''مدرسہ خیریہ کو صوبۂ بہار میں وہی حیثیت حاصل تھی جو اس وقت مظہر اسلام اور منظرِ اسلام کو حاصل ہے۔ یعنی مدرسہ خیریہ نہ صرف یہ کہ سنّی ادارہ سمجھا جاتا بلکہ دوسروں کو سنّیت کی سند اور سرٹیفکیٹ دیتا تھا۔''

مدینۃ الاولیاء سہسرام کے ایک شہرہ آفاق عالمِ دین جن کی علمی سطوت کا خطبہ ایک زمانہ پڑھ رہا تھا جو حافظِ قرآن ہی نہیں بلکہ حافظِ حدیث بھی تھے۔ طوطی ہند، حافظ حدیث حضرت علّامہ الحاج الحافظ الحلیم الشاہ محمد قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ نے تو اعلیٰ حضرت کی محبت کو سنّیت کی علامت اور ان سے دشمنی کو وہابیت کی پہچان قرار دے دیا ہے۔ اس تعلق سے سوانح اعلیٰ حضرت کے مصنّف حضرت علامہ مفتی بدر الدین رضوی رحمۃ اللہ کے قلم سے نکلی ہوئی تاریخی حقیقت آپ بھی دیدۂ عبرت سے ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت مولانا قادر بخش صاحب سہسرامی جو ایک بہت بڑے مشہور عالم اور زبردست مقرر تھے۔ ایک مرتبہ رجہت (صوبۂ بہار) کے سنّی مسلمانوں نے حضرت مولانا سہسرامی کو اپنے یہاں تقریر کے لیے بلایا۔ تقریر کے بعد کھانا کھانے کے لیے جب حضرت مولانا بیٹھے تو کسی نے پوچھا کہ حضرت سنّی، وہابی کی کیا پہچان ہے؟ ایسی بات بتائیے کہ جس کے ذریعے ہم لوگ بھی سنّی اور وہابی کو پہچان سکیں، کوئی بڑی علمی بات نہ ہو۔ مولانا سہسرامی نے فرمایا کہ ایسا آسان، عمدہ اور کھرا قاعدہ آپ لوگوں کو بتاتا ہوں کہ اس سے اچھا ملنا مشکل ہے۔ آپ لوگ جب کسی کے بارے میں معلوم کرنا چاہیں کہ سنّی ہے یا وہابی تو اس کے سامنے اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا تذکرہ چھیڑ دیجیے اور اس کے چہرے کو بغور دیکھیے اگر چہرے پر بشاشت اور خوشی کے آثار دکھائی پڑیں تو سمجھ لیجیے کہ سنّی ہے اور اگر چہرے پر پژمردگی اور کدورت دیکھیے تو سمجھ جائیے کہ وہابی ہے اور اگر وہابی نہیں جب بھی اس میں کسی قسم کی بے دینی ضرور ہے۔'' [سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۱۱۳، ۱۱۴]

سہسرام کی مشہور خانقاہ، خانقاہِ کبیریہ کے صاحبِ سجادہ کو جب مدرسہ کبیریہ کی مسندِ صدارت کے لیے ایک باصلاحیت ذی وقار سنّی عالمِ دین کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے مجددِ دین وملّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی

* مضمون نگار الکوثر کے مدیر اعلیٰ اور ایک معتبر ناقد وادیب ہیں

بارگاہ میں درخواست پیش فرمائی۔ چنانچہ آپ کی خواہش کی تکمیل میں سیّدی اعلیٰ حضرت نے اپنے عزیز شاگرد اور چہیتے مرید وخلیفہ کا انتخاب فرمایا۔ اس طرح ملک العلماء حضرت علّامہ سیّد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ کبیریہ میں صدر مدرس کے منصب کو اپنی علمی شوکت سے چار چاند لگا دیے۔

''فتاویٰ رضویہ'' میں بھی سہسرام کے علما کے ذریعے کیے گئے سوالات کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ سرزمین اعلیٰ حضرت کے علمی فیضان سے بالواسطہ فیضیاب ہوتی رہی۔

علّامہ کامل سہسرامی اسی مردم خیز خطے کے ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت علّامہ الحاج الشاہ محمد فرخند علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں علمِ ظاہر و باطن کا ایک خوبصورت سنگم تھے۔ آپ قطبِ وقت رئیس الاولیاء حضرت علّامہ الشاہ محمد عبد الکافی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذِ جلیل اور قابلِ فخر شاگرد تھے۔ آپ صوفی مشرب، سنّی صحیح العقیدہ، متصلّب فی الدین اور راسخ العلم اسلامی قائد و رہنما تھے آپ نے اپنے استاذ ذی وقار اور مرشد راہِ طریقت کے حکم پر علمِ تصوّف پر ''ارشادِ کافی'' کے نام سے ایک وقیع رسالہ بھی تصنیف فرمایا جس کے آخر میں برادرانِ طریقت کے لیے اپنے مرشدِ گرامی کا جو ہدایت نامہ نقل فرمایا وہ آپ کے تصلّب فی الدین اور بے لچک سنّیت کی واضح اور روشن دلیل ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں ''طالبِ صادق کو چاہیے کہ عقائد اہلِ سنّت و جماعت پر قائم رہے اور عقائدِ فرقۂ باطلہ مثل شیعہ و ہابی و نیچری و قادیانی وغیرہ سے احتراز رکھے۔''

حضرت علّامہ فرخند علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں مسلکی تشدد کا عنصر غالب تھا۔ حجاز پر سلطان ابن سعود کے قابض ہونے کے بعد آپ زیارت حرمین شریفین کے سفر پر تشریف لے گئے لیکن حکومت کی جانب سے دی جانے والی دعوت میں آپ نے شرکت فرمانے سے صرف اس لیے انکار کر دیا کہ آپ ان کے عقائد و نظریات کو خلافِ اسلام سمجھتے تھے اور انہیں کافر مرتد قرار دیتے تھے۔

حضرت علّامہ فرخند علی رحمۃ اللہ علیہ کے تصلّب فی الدین اور تکفیرِ وہابیہ کی شہادت اس زبان و قلم سے بھی ہوئی ہے جو آپ کے مرشدِ برحق کو صلحِ کلّیی ثابت کرنے کے درپے ہے۔ جب کہ ''الصوارم الہندیہ'' میں، ''حسام الحرمین'' پر حضرت علّامہ عبد الکافی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید و تصدیق موجود ہے۔

علّامہ کامل سہسرامی کی تعلیم و تربیت جن اساتذۂ ذی وقار کی علمی بارگاہ میں ہوئی ان میں سب کے سب بالواسطہ یا بلاواسطہ مجددِ وقت اعلیٰ حضرت سیّدی امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے شجرِ علمی سے اکتسابِ فیض کرنے والے تھے۔ یا پھر ان کے عقیدت مند و نیازمند بالخصوص مفسرِ قرآن حضرت علّامہ ابراہیم رضا جیلانی میاں، سلطان الواعظین حضرت علّامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، جلالۃ العلم حافظِ ملّت حضرت علّامہ شاہ عبد الحفیظ مبارک پوری، شمس العلماء حضرت علّامہ مفتی محمد شمس الدین جونپوری، محدث سہسرامی حضرت علّامہ شاہ محمد ضیاء الحسن سہسرامی، نظام الملۃ والدین حضرت علّامہ مفتی محمد نظام الدین الہ آبادی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ظاہر ہے کہ ان حضرات کی بارگاہِ علمی سے خوشہ چینی کرتے ہوئے حضرت علّامہ کامل سہسرامی کے ذہن و فکر پر اعلیٰ حضرت سیّدی امام احمد رضا کی وجاہتِ علمی، جلالتِ فکری، تصلّب فی الدین، غیرتِ ایمانی اور دین پر تن من دھن سے جذبۂ جاں نثاری پیش کرنے کے جو نقوش ہیں ان کے گہرے اثرات قائم ہو گئے، چنانچہ حضرت علّامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ نے تاحیات اپنی زبان اور قلم سے مسلک اعلیٰ حضرت کی نقابت و ترجمانی فرمائی، آپ کے والد ماجد کا قائم کردہ ادارہ ''دار العلوم خیریہ نظامیہ'' بھی انہی افکار و نظریات کی ترجمانی میں اپنا علمی سفر جاری رکھے ہوئے ہے، جن افکار و نظریات کے ترجمان حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت علّامہ شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت علّامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور حضرت علّامہ شاہ امام احمد رضا قادری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رہے۔

علّامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت انہی

اداروں میں ہوئی جوفکری اورنظریاتی اعتبار سے سیّدی اعلیٰ حضرت سے اتفاق رکھتے ہیں یایوں کہا جائے کہ جومسلکِ اعلیٰ حضرت کے نقیب وترجمان ہیں، چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کی تحریر و تقریر میں سیّدی اعلیٰ حضرت سے والہانہ لگاؤ اور جذباتی تعلق کا اظہار ہوتا ہے، اپنے انہی اوصاف کی بنا پر وہ اکابر اور معاصرین میں ایک الگ شناخت و پہچان رکھتے تھے، اس تعلق سے علاّمہ یٰسین اختر مصباحی رقمطراز ہیں، ''سنّیت کا خاصا درد رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے والہانہ وابستگی تھی۔ انہی اوصاف کی بنا پر اکابر اور معاصرین میں ان کی نمایاں شناخت تھی۔''

مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی ہی علاّمہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا نصب العین بن چکا تھا، وہ ایک شعلہ بار خطیب ومقرر تھے تو وہیں فکر وقلم کے تاجدار بھی اور انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کا استعمال انہی افکار ونظریات کی ترجمانی و نقابت میں فرمائی، جن کا سلسلہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے ہوتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے، انہوں نے سب کچھ قربان کیا لیکن مسلک کی آبرو اور اس کا وقار بحال رکھا، انہوں نے اس پر کوئی آنچ نہیں آنے دی، اس تعلق سے خطیبِ مشرق حضرت علاّمہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر لائقِ ملاحظہ ہے:

''کامل نے خطابت کو بحیثیت فن نہیں استعمال کیا بطور عشق استعمال کیا۔ خطابت کے پس منظر میں مذہب اہلِ سنّت و مسلکِ اعلیٰ حضرت کی نمائندگی و ترجمانی کا انہیں بھرپور احساس تھا اور ان کی یہی ادا عوامی شہرت اور مقبولیت کا سبب بنتی رہی۔ کامل نے جیتے جی کبھی اپنے مسلک کا سودا نہیں کیا۔ انہوں نے سب کچھ گنوایا مگر مسلکِ اعلیٰ حضرت کی آبرو اور اس کا وقار بحال رکھا اور اس کے دامن پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔ ان کی اسی ادا نے مجھے ان سے قریب سے قریب تر کر دیا۔''

حضرت علاّمہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد علمی وفکری صلاحیتوں کا استعمال بطور فن نہیں بطور عشق استعمال فرمایا۔ عمر کے آخری حصّے میں دل کے مریض ہو گئے تھے۔ معالجوں نے پرہیز کی سخت ہدایت کی بالخصوص خطابت سے مکمل کنارہ کش ہونے کی ہدایت کی لیکن ان کی تمام ہدایتوں کے جواب میں ان کا ایک ہی جملہ ہوتا تھا، ''خطابت میری روحانی غذا ہے اور میں اس سے کنارہ کش ہونا تو بہت دور کی بات ہے اس کا تصور وخیال بھی میرے لیے سوہانِ روح سے کم نہیں۔'' چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی نقابت و ترجمانی کرتے ہوئے مغربی بنگال کی راجدھانی کولکاتہ میں ''جمالِ طیبہ کانفرنس'' کے عظیم الشان اجلاس سے سنّی مسلمانوں سے خطاب فرما رہے تھے کہ دورۂ قلب کا عارضہ ہوا، جھٹکا زبردست تھا جس نے آپ کو مہلت نہ دی اور موت کو گلے لگا لیا۔

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے ناز پہ
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

علاّمہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اعلیٰ حضرت کے لیے بے پناہ جذبۂ احترام وعقیدت تھا۔ ان سے حد درجہ والہانہ لگاؤ اور تعلقِ خاطر تھا۔ ایک مقام پر اعلیٰ حضرت کی بارگاہِ علمی میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ایک جلیل المرتبت عالم، ایک مایہ ناز محدث، ایک شہرہ آفاق فقیہ، ایک فقید المثال ریاضی داں، علمِ ہیئت وتوقیت کی آخری سند، زہد واتقا کی ایک تصویر، عشقِ رسول علیہ التحیۃ والثناء اور حبِ نبی ﷺ کے ایک پیکر اور آخری صدی کے مجدد تھے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مجدد دین وملّت حضرت علاّمہ شاہ احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ۔

عالم ایسے کہ آپ کے آستانۂ علم وفضل پر عرب وعجم کی جبینِ عقیدت خم، محدث ایسے کہ وقت کے ممتاز علماء سندِ حدیث کے آرزو مند، فقیہ ایسے کہ فقہی سوالوں کے اکثر جوابات ایک مکمل کتاب اور علم تحقیق کی ایک زندہ یادگار، ریاضی داں ایسے کہ وقت کے مسلّم ریاضی داں خوشہ چین اور

شاگرد اور ماہر ہیئت وتوقیت ایسے کہ اس وقت ملک میں اس فن پر جو شخصیتیں سند مانی جاتی ہیں وہ سب کی سب بالواسطہ اسی مرکزِ فیض کی رہینِ منت''۔

علّامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ علمی کا یوں خطبہ پڑھتے ہیں:

''عالم اپنی قوم کا ذہن، اس کی فکر، اس کی زبان اور ترجمان ہوتا ہے۔ پھر وہ عالم جس کی فکر ونظر کا محور قرآن و حدیثِ نبوی ہو وہ ترجمانِ علم وحکمت، نقیبِ حق وصداقت، مخدومِ قوم وملّت اور محسنِ انسانیت ہوتا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی عالمِ دین تھے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا بلکہ حقیقت کا اعتراف ہوگا۔ وہ بلاشبہ اس صدی کے مجدّد، فقید المثال عالم، متبحر حکیم، عبقری درویش، صاحب نظر مفسرِ قرآن، عظیم محدث، سحر طراز خطیب، بے باک مجاہد، بے نظیر حق گو، حیرت انگیز زود نویس صاحبِ قلم، قافیہ، ردیف کی حدوں میں ترجمۂ قرآنِ پاک کرنے والے نعت گو شاعر تھے اور ان تمام درجاتِ رفیع سے بھی بلند تر یہ کہ وہ عاشقِ رسول ﷺ اور جاں نثارِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء تھے۔ جس فن کو چھوا اسے تحقیق کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا، جس موضوع پر قلم اٹھایا دلائل وشواہد کے انبار لگا دیئے، فتویٰ نویسی کے لیے قلم اٹھا تو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وراثت کا حق ادا فرما دیا۔ تجدید و احیائے دین اور تحفظ ناموسِ رسالت کے میدان میں اترے تو سیّدنا عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔''

احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا دینی فریضہ انجام دینے والوں کو زمانے نے کبھی معاف نہیں کیا۔ سیّدی اعلیٰ حضرت کے مخالفین کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ جماعتِ مجددین کی پوری تاریخ میں کسی کے مخالفین اتنے نہ ملیں گے جتنے اس صدی کے مخالفین نظر آتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی تحریک احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کو مخالفتوں کے طوفان سے گزرنا پڑا۔ حضرت کامل سہسرامی اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

''باطل افکار و نظریات کے ہجوم میں ایمان کی پختگی، عقیدے کی اصلاح اور اعلائے کلمۃ الحق کا اہم ترین فریضہ انجام دینے والوں کو زمانے نے کبھی معاف نہیں کیا۔ فریضۂ حق کی ادائیگی میں قدم قدم پر مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور داعیانِ حق عداوتوں کا سمندر پار کر کے ہی منزلِ صداقت پر پہنچتے ہیں۔ حق کے داعی، اسلام کے مبلغین اور دین کے مجدّدین کی پوری تاریخ اس المیے سے بھری پڑی ہے۔

ہوش وخرد، عدل وانصاف اور علم وتحقیق کے تمام تقاضے سامنے رکھ کر اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات دن کے اجالوں کی طرح روشن ہو جائے گی کہ موجودہ صدی میں دین وملّت کے مجدّد امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے علم و فضل، تفقہ فی الدین، مذہبی بصیرت، حق گوئی، بے باکی اور تجدیدی کارناموں کی وجہ سے اس بلند مقام پر ہیں جہاں پوری صدی میں آپ کا کوئی شریک وسہیم نظر نہیں آتا۔ لیکن وقت کا بدترین المیہ یہ ہے کہ جماعتِ مجددین کی پوری تاریخ میں کسی کے مخالفین اتنے نہیں ملتے جتنے اس صدی کے مجدد کے مخالفین نظر آتے ہیں۔ کم وبیش تین چوتھائی صدی سے پورے نظم وتسلسل کے ساتھ مخالفتوں کی تحریک چلائی جا رہی ہے۔ جتنے منہ اتنے الزامات، جتنے قلم اتنے بہتان لگتے ہیں۔ امام احمد رضا کی مخالفت ہی دینداروں کا مقصدِ تبلیغ بن کر رہ گیا ہے۔ پھر اس میں بڑے چھوٹے، معروف وغیر معروف کی کوئی قید نہیں۔ جماعت مخالفین کی قدآور شخصیتوں سے لے کر جماعت کے بالشتیوں تک اس معاملے میں سب یکساں نظر آتے ہیں۔''

علم وفکر کی دنیا میں لاریب سیّد اعلیٰ حضرت کی علمی وفکری برتری کا سکّہ، سکّۂ رائج الوقت بن چکا ہے۔ فقہ وفتاوے کی دنیا

میں آپ اعتماد و اعتبار کا دستخط بن چکے ہیں، اس تعلق سے علّامہ کامل سہسرامی رقم طراز ہیں:

''آج دیوبندی مکتبۂ فکر کی جانب سے عالمی کیلنڈر اور دائمی تقویم کی اشاعت کر کے مسجد مسجد آویزاں کیا جارہا ہے۔ ان کیلنڈروں کی پیشانی جہاں اپنے مرتبین کے نام سے بخط جلی داغدار ہے وہی اکثر وبیشتر تقویم کی عبارت کچھ اس طرح ہے۔ ''یہ تقویم ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کی ''مؤذن الاوقات'' کے عین مطابق ہے اور یہ مولانا ظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے ہی تلمیذِ رشید ہیں۔ جہاں اغیار کی بھری بزم میں شاگرد کو بطور سند پیش کیا جارہا ہے وہاں استاذ کے جلالِ علم سے دلوں کا کیا حال ہوگا؟۔''

سیّدی اعلیٰ حضرت کے تفقہ فی الدین پر تبصرہ کرتے ہوئے علّامہ کامل سہسرامی کا قلم یوں گلہائے عقیدت نچھاور کرتا ہے:

''فقہ حضرت کا پسندیدہ اور محبوب ترین فن تھا اور اس فن کے متعلق پورے یقین کے ساتھ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ اس موجودہ صدی میں اعلیٰ حضرت کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔ جس فتوے کا جواب تحریر فرمایا تحقیق کے دریا بہادئیے اور اکثر جواب تو مستقل کتاب بن گئے۔ ''فتاویٰ رضویہ'' جیسی مستند، جامع اور تحقیقی کتاب کی ایک جلد پورے دیوبند کے تفقہ پر بھاری ہے۔

''فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد کے مقابلے میں اگر پورے دیوبندی مکتبۂ فکر سے فقہ وفتاوے کی ایسی ایک بھی تحقیقی کتاب پیش کردی جائے تو میں اپنے تمام دعوؤں سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں۔ پھر ہزار ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی جس کتاب کی بارہ جلدیں ہوں اس کی نظیر تو صبحِ قیامت تک نہیں پیش کی جاسکتی۔''

سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ترجمۂ قرآن تحریر فرمایا اس کے علوئے مرتبت کی شہادت تو اغیار بھی دیتے ہیں۔ علّامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ترجمۂ قرآن کی انفرادیت اور اس کے درجۂ کمال پر اظہارِ خیال فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''قرآنِ حکیم کا جو ترجمہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے، حق یہ ہے کہ اس پائے کا سلیس، بامحاورہ اور ذمہ دار ترجمہ آج تک اردو زبان کی تاریخ میں نہیں ملتا۔ رائج الوقت اردو کے ایک ایک ترجمے کو دیکھ لیا جائے زبان و محاورے کی بھرپور رعایت کے ساتھ سوزِ محبت اور گداز عشق میں ڈوبا ہوا اس درجہ محتاط ترجمہ کہیں نظر نہ آئے گا۔''

علّامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فضل و کمال اور ان کے تبحر علمی کے اقرار و اعتراف کو ایک عقیدت مند کی عقیدت مندی اور نیازمند کی نیازمندی کے پس منظر میں دیکھنے کے مخالف تھے۔ وہ اسے سیّد اعلیٰ حضرت کی وجاہتِ علمی اور سیادتِ فکری کا تاریخی اقرارنامہ قرار دیتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے فضل و کمال کا یہ اعتراف میری عقیدت مندیوں کے پس منظر میں نہیں بلکہ یہ وہ حقیقت ثابتہ ہے جو تاریخ ہند کے انمٹ نقش و نگار ہیں۔ مؤرخ جب بیسویں صدی کے اصحابِ علم و فضل کی تاریخ مرتب کرے گا تو اعلیٰ حضرت کے فضل و کمالات کا اقرار و اعتراف یقیناً اس تاریخ کی پیشانی کا جھومر بنے گا۔''

حضرت علّامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۹۰ھ میں زیارتِ حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے تھے تو اسی سال شاہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتیٔ اعظم ہند حضرت علّامہ مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ تیسری مرتبہ زیارتِ حرمین طیبین کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں علّامہ کامل سہسرامی نے اعلیٰ حضرت کے تعلق سے عقیدت و نیازمندی کے جو گہرے نقوش دیکھے انہیں بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے خلفا اور مجاز حضرات کی خاصی تعداد آج بھی حجازِ مقدّس کی سرزمین پر موجود اور تعلیم و ارشاد، درس و تدریس کی خدمات میں مصروف ہے۔ ان مقتدر ہستیوں

میں بھی منفرد و ممتاز شخصیت ہے، تاج العارفین، امام العاشقین حضرت علّامہ الحاج الشاہ محمد ضیاء الدین مدنی قبلہ دامت برکاتھم القدسیہ کی۔ مدینہ طیبہ کی مقدس زیارت گاہوں کی طرح حضرت ممدوح کی ذات بھی ایک قابلِ زیارت ہستی ہے جہاں صبح سے لے کر آدھی رات تک زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے اور عظمت و احترام کا یہ عالم ہے کہ ساکنانِ مدینہ اور باشندگانِ دیارِ نبی اس عجمی النسل بزرگ کی دست بوسی کو اپنی عقیدت مندیوں کا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں۔ قارئین اندازہ فرما سکتے ہیں کہ جب شاگرد اور خلیفہ کا یہ عالم ہے تو پھر استاذ و مرشد کا کیا عالم ہوگا؟۔

''خاندانِ غوثیت کے چشم و چراغ، حضور سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد شیخ عبدالمعبود جن کی عمر شریف اس وقت ایک سو پینسٹھ سال ہے۔ پیرانہ سالی، نقاہت اور کمزوری کے باوجود بلاناغہ ہر سال روضۂ سرکارِ دوعالم ﷺ کی زیارت کی سعادتوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ ۱۳۹۰ھ میں حضرت کا اکہتر واں حج تھا۔ کمزوری اور ناتوانائی کا یہ عالم ہے کہ۔

دو قدم بھی نہیں چلنے کی طاقت مجھ میں
عشق کھینچے لیے آیا ہے میں کیا آیا ہوں

اور اس ضعیف و کمزور لیکن مقدس شخصیت کے ساتھ عام عقیدت مندی اور شیفتگی کا عالم یہ ہے کہ زائرین کو نمبر میں کھڑے ہو کر حاضری کے لیے انتظار کرنا پڑتا ہے اور بسا اوقات کئی کئی مرتبہ کی ناکامی کے بعد شرفِ ملاقات حاصل ہوتا ہے۔ ان دشواریوں کے باوجود حرمین شریفین کے علماء، مشائخ، اکابر اور سرمایہ دار زیارت کے لیے قطار در قطار کھڑے ہوتے ہیں اور قدم بوسی کے بعد دست بستہ درخواستِ دعا کر رہے ہیں۔ لیکن اسی محترم ہستی کے سامنے جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آ گیا تو پھر دیکھنے والوں نے اسی وقت آنکھوں میں نمی کی صاف جھلک دیکھ لی۔ جیسے محبت کا کوئی چراغ جل گیا ہو، جیسے یادوں کا کوئی کارواں گزر گیا ہو، جیسے ذکرِ عہدِ رفتہ نے کوئی غم جگا دیا ہو، جیسے عقیدتوں کی موجِ تسنیم چھلک جانے کو مچل پڑی ہو۔''

حضرت شیخ عبدالمسجبو د رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عمر میں بڑے تھے لیکن اس بڑائی کے باوصف وہ ان کی زیارت و ملاقات کے لئے تین مرتبہ تشریف لائے، ظاہر ہے کہ ان کی نیاز مندیوں و عقیدت مندیوں کی وجہ اعلیٰ حضرت کی وجاہت علمی اور سیادت فکری تھی، اس تعلق سے علامہ کامل سہسرامی رقم طراز ہیں:

''حضور مفتیٔ اعظم ہند ادام اللہ فیوضاتھم بھی ۱۳۹۰ھ میں زیارتِ حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ شیخ عبدالمعبود اپنی بے پناہ عظمتوں کے باوجود حضرت مفتیٔ اعظم ہند کی ملاقات کے لیے تین مرتبہ محض اس خیال سے تشریف لائے کہ یہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے صاحبزادے اور ان کے جانشین ہیں۔ وہ مولانا احمد رضا خاں جن سے اسّی (۸۰) سال قبل شیخ نے بریلی شریف میں ملاقات کی تھی اور ایک زمانہ دراز گزر جانے کے بعد بھی یادوں کا چراغ طاقِ دل میں اسی پاکیزگی کے ساتھ روشن و جلوہ گر تھا۔ قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت شیخ عبد المعبود بغدادی کا حسنِ اخلاص جب اعلیٰ حضرت کے شاہزادے کے ساتھ اس انداز کا ہے تو خود اعلیٰ حضرت کے ساتھ ان کی عقیدتوں کا کیا حال ہوگا۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند کی شاہزادگی کا بانکپن وہیں دیکھنے کے لائق تھا جہاں غیر منقسم ہندوستانی زائرین کے دوش بدوش عرب کے عقیدت مندوں کی بھی اچھی خاصی بھیڑ نظر آتی ہے۔''

مخالفین نے اعلیٰ حضرت کے خلاف جس انداز میں محاذ آرائی کی اور مخالفتوں کا جو طوفان برپا کیا ہے، بہتان تراشیوں کے ذریعے حق کی آواز کو دبانا چاہا، نظم و ضبط کے ساتھ پروپیگنڈہ مہم چلائی، اس کے مقابلے میں امام کی ذات و شخصیت کے

اعتبار سے تحقیقی، تنقیدی اور تعارفی لٹریچرس کے جو دفاعی کوشش کی گئی اس پر علّامہ کامل سہسرامی اظہارِ خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مخالفتوں کے ہجوم، چیخ و پکار کے ہنگاموں، بہتان تراشیوں کے شور وشغب میں کبھی کسی طرف سے مدہم آواز ابھری کہ امام احمد رضا علم وفضل کا پیکر تھے، ان کی شخصیت انقلاب آفریں تھی۔ وہ عہد ساز تھے، وہ انتہائی محتاط صاحبِ افتاء تھے۔ لیکن شور وغل اور ہنگاموں کے ہجوم میں سنجیدہ حقائق پر کب توجہ دی گئی تھی کہ اس معاملے میں توجہ دی جاتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امام کی ذات پروپیگنڈوں کے انبار میں اس طرح دب گئی جس طرح گوہرِ شب تاب راہ کی دھول میں، جیسے نیّر تاباں بادلوں کی تہہ میں۔''

سیّدی اعلیٰ حضرت کے خلاف مخالفین نے جو طوفانِ بدتمیزی مچایا وہ تاریخِ ہزیمت و شکست کی ناقابلِ شکست روایت ہے۔ لیکن حامیانِ اعلیٰ حضرت اور خراجہ تاشانِ رضویت نے مخالفتوں کے جواب منصوبہ بند انداز میں کام نہیں کیا اس پر اپنے درد وکرب کا اظہار فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اغیار ومخالفین نے ان کے خلاف نظم وتسلسل کے ساتھ منصوبہ بند انداز میں پروپیگنڈے کی مہم چلائی، بہتان باندھے، الزام عائد کیے، گمراہ کن مضامین لکھے اور وہ سب کچھ کیا بلکہ اس سے بہت زیادہ جو ایک بدترین مخالف تیسری سطح پر پہنچ کر اپنے مخالف کے ساتھ کرتا ہے۔ لیکن مخالفین ومعاندین کی اس مذموم ترین حرکت اور ظلم پر ہمیں نہ تعجب ہے، نہ حیرت، نہ گلہ نہ شکوہ ہے۔ اس لیے کہ حق و صداقت کے مقابلے میں جب گمرہی وضلالت ناکام ہوتی ہے تو اس کی ناکامی خود ایسے اوچھے ہتھیار کے استعمال پر مجبور کرتی ہے اور شکست خوردہ گمرہی دیانت وشرافت کو روندتی ہوئی اپنے تحفظات کی خاطر وہاں پہنچ جاتی ہے جہاں اخلاق وشرافت کی پرچھائیں بھی نہیں پہنچ پاتی۔

جن باطل افکار، گندے خیالات، گمراہ کن نظریات کو امام احمد رضا فاضل بریلوی کے علم واستدلال سے ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ ان افکار ونظریات کے حامی، داعی اور مبلغ اپنے نظریات کی تائید وحمایت میں پروپیگنڈوں کی مہم نہ چلاتے تو اور کیا کرتے؟ معاندین نے جو کچھ کیا یا جو کچھ کررہے ہیں وہ شکست خوردگی کی تاریخ فطرت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

حیرت وتعجب تو نیازمندوں اور عقیدت کیشوں کے جمود پر ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم جیسے نیازمندوں کی پوری جماعت ایک طرف غلط پروپیگنڈوں کا دنداں شکن جواب دیتی اور دوسری طرف امام احمد رضا کے علمی تفوق، فقہی بصیرت، ان کے تدبر وسیاست، تجدیدی کارنامے، علوم و فنون پر بےمثال مہارت وغیرہ کا بھرپور اور مسلسل تعارف کراتے تو صورتِ حال یقیناً وہ نہیں ہوتی جس سے آج پوری جماعت دوچار ہے۔''

علّامہ کامل سہسرامی سیّدی اعلیٰ حضرت کے حددرجہ عقیدت مند و نیازمند تھے۔ ان کی لافانی تحریر وتقریر میں سیّدی اعلیٰ حضرت سے حددرجہ شیفتگی وتعلق کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک مقام پر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اعلیٰ حضرت کا قلم حقائق ومعارف کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ جس فن کی طرف رخ کیا اسے سیراب کردیا، جس موضوع پر چل پڑا اسے مالامال فرمادیا، شامی، عالمگیری، فتح القدیر، بحر الرائق، جوہرہ نیرہ، طحاوی، ہدایہ، کنز الدقائق، نور الانوار، نخبۃ الفکر، عینی، قسطلانی، زرقانی، تفسیر ابن کبیر، تفسیر ابن کثیر، معالم التنزیل اور اسی طرح درسِ نظامی اور اس سے متعلق بےشمار کتابوں پر امام اہل سنّت کے بنائے ہوئے نقش ونگار آج بھی ایوانِ علم وفضل کی زینتوں کو دوبالا کررہے ہیں، ان کے علاوہ ایک ہزار سے زائد کتب ورسائل مطبوع ہوکر منظر عام پر آچکے ہیں، آج بھی جس کا جی چاہے آستانۂ رضویہ پر حاضر ہوکر تبرکاتِ رضا کی زیارت اور ان علمی نوادر سے استفادہ کرسکتا ہے۔''

علامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے معاصرین میں علم و فکر کا نیر تاباں اور دانش وآگہی کا ماہِ درخشاں مانتے تھے، علامہ کامل سہسرامی کی نظر میں سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی خداداد علمی وفکری صلاحیتوں کی بنیاد پر فلکِ علم وفن کے بدرِ کامل تھے، جس کی چاندنی میں علم وفکر کا ہر گوشہ منور و تاباں نظر آتا ہے "الحسنات" ڈائجسٹ کے "شخصیات نمبر" پر اعلیٰ حضرت کی ذات وشخصیت پر شامل مضمون پر فٹ نوٹ کے تحت وہ رقم طراز ہیں:

"زیرِ نظر مضمون "مولوی احمد رضا خاں" الحسنات ڈائجسٹ کے "شخصیات نمبر" سے ماخوذ ہے، رام پور سے شائع ہونے والا یہ ڈائجسٹ جماعتِ اسلامی کا نمائندہ اور ترجمان ہے اور اپنے ہر شمارے میں جماعتی نمائندگی کا حق ادا کرنا بنیادی پالیسی تصور کرتا ہے، اس پس منظر میں زیرِ نظر مضمون تعجب خیز بھی ہے اور حیرت انگیز بھی! یہ مضمون اگر کسی عقیدت کیش قلم کار کا رہینِ منت ہوتا تو چنداں قابلِ التفات نہ تھا، حیرت اس پر ہے کہ یہ اعترافِ حقیقت وہ قلم کار کر رہا ہے جو عقیدہ ومسلک کے اعتبار سے امام احمد رضا سے کسی طرح بھی قریب نہیں، بلکہ اختلاف کا اتنا بُعد ہے کہ اِس سرے سے اُس سرے کا دیکھنا آج کی فضا میں مشکل ہو گیا ہے پھر پروپیگنڈوں کی گرد، بہتان تراشیوں کی دھول، الزامات کے خس وخاشاک نے فضا کو اس درجہ غبار آلود اور ماحول کو ایسا غلیظ بنا دیا ہے کہ قریب کے چہروں کی اصل حقیقت نظر نہیں آتی، دور کا نظارۂ جمال کیا نظر آئے گا۔

تین چوتھائی صدی سے ہونے والی مخالفتوں کی منظم اور مسلسل تحریک نے "الحسنات" اور اس کے متعلقین کے ذہن وفکر کو بھی یقیناً بوجھل بنایا ہوگا اور ان کے افکار وخیالات بھی غلط پروپیگنڈوں سے ضرور متاثر ہوئے ہوں گے، ان حالات میں حقیقتوں کا برملا اعتراف اس بات کا غماز ہے کہ گوہر شب تاب پر پڑی ہوئی گرد کی دبیز تہہ ہلکی ہو رہی ہے، نیر تاباں پر ٹھہرا ہوا بادلوں کا قافلہ رختِ سفر باندھ رہا ہے، حقائق اپنے اعتراف پر ضمیر کو بیدار کر رہے ہیں اور سچائی کا بے داغ چہرہ الزامات کی نقاب سے باہر آ رہا ہے۔

ان لوگوں سے نہیں جو اعلیٰ حضرت کے عقیدت مند ہیں بلکہ ان حضرات سے میری گزارش ہے کہ جو غلط پروپیگنڈے کا شکار ہو کر اور الزام تراشیوں کا فریب کھا کر وہاں پہنچ چکے ہیں جہاں امام کے طرف داروں کی آواز نہیں پہنچ پاتی وہ تعصب، تنگ نظری اور اتہامی ذہن سے بلند ہو کر انصاف و دیانت، عقل وخرد اور تحقیق واستدلال کے تمام لوازم کے ساتھ اس مضمون کا مطالعہ فرمائیں پھر اگر ممکن ہو تو امام احمد رضا کے معاصرین کی زندگی، ان کے علمی اور عملی کارناموں کا بے لاگ جائزہ لیں، اس تقابلی مطالعے کے بعد یقین ہے کہ انصاف و دیانت امام احمد رضا کی شخصیت کو منوا کر رہے گی اور غیر جانب دارانہ دل وزبان اس اقرار واعتراف پر مجبور ہوگا کہ اس صدی میں علم وفضل اور دین وشریعت کی امامت کا تاج صرف اور صرف اس مظلوم کے سر کے لیے جس کا نام احمد رضا ہے۔

مضمون کے خط کشیدہ جملے غور سے پڑھیے۔ علمائے حرمین شریفین کا مسائل میں رہنمائی طلب کرنا، تعظیم وتوقیر کی سوغات پیش کرنا، مجدد امّت کے لقب سے یاد کرنا، ایسا نہیں ہے جسے سرسری طور پر دیکھ کر نظر انداز کر دیا جائے، پھر امام کا محض یادداشت کے سہارے اہم علمی موضوع پر دادِ تحقیق دینا، دو دن میں کسی کتاب کی شرح لکھ دینا اور علم غیب جیسے مسئلہ پر محققانہ بحث فرمانا کسی ہما شما قسم کے مولوی کے بس کی بات نہیں، ساتھ ہی سیکڑوں اختلافات کے باوجود کسی صاحبِ علم کا یہ اعتراف کہ مولانا احمد رضا خاں پچاس علوم وفنون میں صاحبِ تصنیف ہیں، ان کے بے شمار تلامذہ میں بعض متبحر عالم ہیں، ترجمۂ قرآن میں بے حد محتاط ہیں وغیرہ وغیرہ یہ اعتراف ایسا نہیں کہ جسے بقیہ ص ۲۰ ر پر

از: ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری*

رسولِ پاک کی نسلِ پاک

کیا بات رضؔا اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

شعوب وقبائل سے بھری اس دنیا میں سب سے اعلیٰ، سب سے اولیٰ، سب سے افضل، سب سے بالا نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان و خانوادہ ہے۔ قیامت تک کوئی بھی گھرانا اس کنبے کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ قرآن و حدیث میں ان کی بلندرتبی کی بہت آیتیں اور روایتیں موجود ہیں۔ اب جس کی عظمت وفضیلت، بڑائی ورفعت کا خطبہ قرآن مجید پڑھے، حدیث نفیس بیان کرے، اس کا جواب کہاں سے کوئی لاسکتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ میں زمین کے مشرق ومغرب، نرم زمین اور پہاڑیوں میں پھرا، تو میں نے عرب سے افضل کوئی خاندان نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم فرمایا تو میں عرب میں پھرا۔ مجھے مضر سے افضل کوئی قبیلہ نہیں ملا۔ پھر مجھے حکم دیا تو میں مضر میں پھرا، تو میں کنانہ سے افضل کوئی قبیلہ نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم فرمایا۔ میں کنانہ میں پھرا، تو میں نے قریش سے بہتر کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر مجھے حکم دیا۔ میں قریش میں پھرا تو میں نے بنی ہاشم سے افضل کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر مجھے ان میں سے کسی کے منتخب کرنے کا حکم دیا تو میں نے آپ سے افضل کسی کو نہ پایا۔

[برکاتِ آلِ رسول، ص۲۹]

کتنی عقیدت اندوز اور حقیقت افروز ترجمانی کی ہے، امام احمد رضا فرماتے ہیں:

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پائے کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا، تجھے یک نے یک بنایا

قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ اہلِ بیت کرام کی عظمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا**۔ اے اہلِ بیت! یعنی اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپا کی دور فرمادے، اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔

اس آیت کریمہ میں اہلِ بیت سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں مفسّرین وفقہا کا بہت بڑا گروہ مثلاً امام بغوی، خازن، حضرت ابوسعید خدری، رضی اللہ عنہ، حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ اہلِ بیت سے مراد اہلِ عبا ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

[ایضاً، ص۳۲]

استاذ زمن حضرت حسن بریلوی فرماتے ہیں ؎

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلِ بیت

اہلِ بیت کرام کے درجات ومراتب کا کیا کہنا ان کی سرفرازی کا عالم تو یہ ہے کہ ان کی محبت ہم پر واجب ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے: **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ**۔۔۔تم فرمادو کہ میں اس پر یعنی تبلیغ رسالت اور ارشاد وہدایت پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔

* مقالہ نگار پٹنہ جامعہ رضویہ پٹنہ کے مہتمم اور اہل سنت کے معروف ومعتبر اہل قلم ہیں۔

مگر قرابت کی محبت۔ یعنی میں تم سے قرابت کی محبت کا مطالبہ کرتا ہوں۔ قرابت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کون سے رشتے دار مراد ہیں؟ تو علامہ جلال الدین سیوطی اور دیگر بہت سے مفسرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ صحابۂ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے وہ کون سے رشتے دار ہیں، جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم۔

اسی اہمیت و انفرادیت کے پیش نظر حضرت شیخ سعدی اہلِ قرابت کے واسطے سے ایمان پر خاتمہ کی دعا مانگتے ہیں اور بڑے ناز سے کہتے ہیں ۔

خدا یا بحق بنی فاطمہ　　　که برقول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول　　　من و دست و دامانِ آلِ رسول

[بوستان]

اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن اس حال میں کہ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور خطبہ دے رہے تھے، ارشاد فرمایا کہ **:یا ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی۔** یعنی اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم اس کو پکڑے رہو گے، گمراہ نہیں ہو گے۔ اور وہ چیز ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسری چیز میری اولاد و ذرّیت میرے اہلِ بیت۔ [مشکوٰۃ شریف، ۵۶۹]

اس حدیث میں ایک چیز یہ بھی بڑے پتے کی ہے کہ آپ نے کتاب اللہ کے ساتھ صحابہ کا ذکر نہ فرمایا، بلکہ اپنی اہلِ بیت کا ذکر فرمایا۔ چوں کہ صحابہ کی جماعت کو ختم ہونا تھا۔ ایسے میں اگر قرآن کو صحابہ کے ساتھ جمع فرماتے تو صحابہ کے بعد قرآن کا کیا ہوتا۔ دوسری چیز یہ کہ قرآن کے ساتھ اپنی اہلِ بیت کا ذکر فرما کر ضمانت دے دی کہ جس طرح قیامت تک خدا کی کتاب باقی رہے گی، ایسے ہی میری اولاد بھی باقی رہے گی۔

طبرانی شریف میں ہے، سرورِ کون و مکاں صلی الہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی بندہ مومن کامل نہیں ہوسکتا، جب تک کہ مجھے اپنی جان سے، میری اولاد (حسنین کریمین وغیرہ) کو اپنی اولاد سے، میرے اہل کو اپنے اہل سے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ شریف کا دروازہ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ **الا ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تخلف عنھا ھلک۔**

[مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۳]

یعنی آگاہ ہوجاؤ کہ میرے اہلِ بیت تم لوگوں کے لیے نوح علیہ السلام کی کشتی کے مانند ہیں۔ جو شخص کشتی میں سوار ہوا، اُس نے نجات پائی، اور جو کشتی میں سوار ہونے سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔** یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ تو ان میں سے تم جس کی اقتدا کروگے، ہدایت پاجاؤ گے۔ [مشکوٰۃ شریف، ۵۵۴]

ان دونوں حدیثوں کو سامنے رکھ کر حضرت علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے بڑا لطیف نکتہ اخذ فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بحمد للہ تعالیٰ ہم اہلِ سنّت و جماعت محبتِ اہلِ بیت کی کشتی پر سوار ہیں اور ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہدایت یافتہ ہیں۔ لہٰذا ہم لوگ قیامت کی ہولناکیوں سے اور جہنم کے عذاب سں محفوظ رہیں گے۔ [مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۵، ص ۶۰]

تبھی تو اعلیٰ حضرت مچل گئے اور یقین و اطمینان کے نور میں شرابور ہو کر پکار اُٹھے ۔

اہلِ سنّت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تفسیر کشاف کے حوالے سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف انداز میں اپنے اہلِ بیت کی

عزت وشوکت بیان کی ہے۔ اس مبارک حدیث کا پہلا حصہ ہی من مات علی حبّ آل محمد مات شهیدا۔ جو اہلِ بیت کی محبت پر فوت ہوا، اُس نے شہادت کی موت پائی۔

اور فرمایا: الا و من مات علی حبّ آلِ محمد مات مغفور الہ۔ آگاہ ہوجاؤ جو شخص اہلِ بیت کی محبت میں فوت ہوا، وہ اس حال میں فوت ہوا کہ اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔ و من مات علی حبّ آل محمد مات تائبا۔ سن جو شخص اہلِ بیت کی محبت میں فوت ہوا، وہ تائب ہو کر فوت ہوا۔ اور فرمایا: الا و من مات علی حبّ آل محمد مات مو منا مستکمل الایمان۔ خبردار ہو کر سن لو، جو شخص اہلِ بیت کی محبت پر فوت ہوا، وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوا۔ اور اسی حدیث کا آخری ٹکڑا ہے: و من مات علی حبّ آلِ محمد مات علی السنة و الجماعة۔ خبردار ہو کر سن لو، جو شخص اہلِ بیت کی محبت پر فوت ہوا، وہ مسلکِ اہلِ سنت و جماعت پر فوت ہوا۔

[تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۳۹۰]

اسی لیے تو اعلیٰ حضرت اہلِ بیت کی محبت میں ڈوب کر گنگناتے ہیں ؎

حبّ اہلِ بیت دے آلِ محمد کے لیے
کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر
حضرت آلِ رسولِ مقتدا کے واسطے

اور اہلِ بیت کرام کی ایک بہت بڑی شان، امتیازیت و انفرادیت یہ ہے کہ وہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد ہونے کے باوجود رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اولاد کہلاتے ہیں، اور صحیح نسب کے ساتھ آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

امام طبرانی نے حدیث بیان کی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد ان کی پشت میں رکھی اور میری اولاد علی ابن ابی طالب کی پشت میں رکھی۔

[اشرف المؤبد، ص ۴۸]

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر ماں کی اولاد اپنے پدری رشتے داروں کی طرف منسوب ہوتی ہے، ماسوا اولادِ فاطمہ کے، کہ میں ان کا ولی ہوں، اور ان کا عصبہ ہوں۔

[برکاتِ آلِ رسول، ص ۱۱۰]

اسعاف الراغبین میں ہے کہ یہ خصوصیت حضرت فاطمہ زہرا رضی الہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کے لیے ہے۔ دوسری صاحب زادیوں کی اولاد کے لیے نہیں۔ یعنی اگر ان کی اولاد زندہ رہتی تو ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ حضور ﷺ ان کے باپ ہیں۔ اور وہ آپ کے بیٹے ہیں۔ جس طرح کہ یہ بات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کے لیے کہی جاتی ہے۔

[مصدر سابق]

چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، نور کی شہزادی حضرت فاطمہ زہرا نور ہیں، اور ان کے شہزادے حضرات حسنین کریمین نور ہیں۔ تو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں ؎

تیری نسلِ پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

ساداتِ کرام اتنے عظیم المرتبت اور رفیع الشان ہیں کہ حضور سیدی و مرشدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان رقم طراز ہیں: "سید سے جب تک کفر صادر نہ ہو واجب التعظیم ہے۔"

[حجۃ واہرہ، ص ۱۱]

سادات کرام چوں کہ آلِ رسول ہیں، تو جس طرح میرے نبی زندہ، اسی طرح ان کی ہر نسبت زندہ ہے۔ آلِ رسول، سید حضرات دنیا میں چاہے جہاں کہیں ہوں ہر وقت یہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک توجہ کے زیر سایہ ہیں۔ ان کے ہر دُکھ اور سکھ کی حضور کو خبر ہے۔

سید عبد الوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: سید شریف نے حضرت خطاب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بیان کیا کہ کاشف البحیرہ نے ایک سید کو مارا۔ تو اسی رات خواب میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حال میں زیارت ہوئی کہ آپ اس سے اعراض فرما رہے ہیں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا کیا گناہ ہے؟ فرمایا: تو مجھے مارتا ہے، حالانکہ میں

قیامت کے دن تیرا شفیع ہوں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو مارا ہو۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نے میری اولاد کو نہیں مارا؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ تو آقا نے فرمایا: تیری ضرب میری ہی کلائی پر پڑی ہے۔ پھر آپ نے اپنی کلائی نکال کر دکھائی، جس پر ورم تھا، جیسے کہ شہد کی مکھی نے ڈنک مارا ہو۔ [برکاتِ آلِ رسول، ص ۲۶۷]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قول وعمل سے احترامِ سادات کا جو تصور مردہ ہو گیا تھا، اسے پھر سے نئی زندگی عطا کی ہے۔ شہزادۂ سید العلماء شاہ آلِ رسول نظمی مارہروی نے بیان فرمایا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مارہرہ شریف حاضر ہوئے۔ خاص مقام پر آپ کے آرام کرنے کے لیے چارپائی بچھادی گئی۔ اعلیٰ حضرت تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد اپنے مرشدانِ عظام کی بارگاہوں میں حاضری کے لیے چلے گئے۔ اور جب واپس لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ اس چارپائی پر حضرت سید العلماء آلِ مصطفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی عمر ابھی تقریباً تین سال کی تھی، خالی چارپائی دیکھ کر سو گئے۔ مجددِ اعظم امام احمد رضا نے جب انھیں سوتا پایا تو شہزادے کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ صاحبِ سجادہ حضرت سید مہدی حسن میاں رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو دیکھا کہ شہزادہ سو رہا ہے اور وقت کے مجدد ادب و احترام کا مجسمہ بن کر چارپائی کے قریب شہزادہ کے روبرو کھڑے ہیں۔ حضرت سید مہدی حسن میاں رضی اللہ عنہ نے شہزادے کو ڈانٹ کر جگانا چاہا، کہنے لگے کہ تم سو رہے ہو اور اعلیٰ حضرت کھڑے ہیں۔ حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ حضور! شہزادے کو سونے دیا جائے۔ اس لیے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے اس ادب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے درجات بلند فرما رہا ہے۔ خود اعلیٰ حضرت کہتے ہیں :

اللہ رے اُن کے جسم منور کا معجزہ
وابستہ جو ہوا اسے پرنور کردیا

اس زمانے کا ایک بڑا حادثہ وسانحہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں میں جو چھوٹی ذات کے لوگ تھے، خاص کر شاہ برادری کے اشخاص وہ دھڑلے سے اپنے نام کے ساتھ سید لکھنے لگے ہیں، شاید انہیں خبر نہیں ہے کہ اپنا نسب بدلنا اپنے آپ کو حرامی کہنا تو ہے ہی اس کے علاوہ یہ کتنا بڑا جرم اور کتنی بڑی محرومی ہے، حدیث کی تمام مشہور کتابوں سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل''۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۶۶۷]

مجددِ وقت حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی نے اپنی کتاب ''سبع سنابل'' کے پہلے سنبلہ میں تحریر فرمایا ہے :

''شہنشاہ بابر کے زمانۂ حکومت میں چند مغل پیر دستگیر حضرت مخدوم صفی قدس سرہٗ کی ملاقات کے لیے حاضر آئے۔ سیادت کی صحت میں بات چھڑ گئی۔ مغل اس بات پر اصرار کرنے لگے کہ ہندوستان میں کوئی سید نہیں۔ ہر چند کہ مخدوم نے انھیں بہت سمجھایا اور معقول کیا مگر وہ نہ مانے۔ اور بہت گفت وشنید کے بعد کہنے لگے کہ ہمارے ملک میں سادات ثابت النسب، پرہیزگار وعبادت گذار ہیں۔ ان کی سیادت کی صحت کی علامت یہ ہے کہ ان کے بال کو لوگ جلتی ہوئی آگ میں رکھتے ہیں، مگر نہیں جلتے۔ مخدوم نے جواب دیا، ہندوستان میں بھی ایسے ہی سید موجود ہیں۔ مغلوں کو بہت تعجب ہوا اور دل میں کہنے لگے کہ مخدوم شیخ نے شیخی سے یہ بات کہی ہے۔ پھر کہنے لگے ان میں سے ایک کو بلائیے۔ آپ نے مؤلف (میر عبدالواحد بلگرامی) کے چچا کو جن کا نام طاہر تھا اور جن کو لوگ طاہا کہتے تھے، بلایا۔ چوں کہ جسم مبارک طاہر تھا، لہٰذا آپ کا ایک مبارک بال لے کر دیر تک آگ میں رکھا۔ ذرّہ برابر بھی اسے آگ نہ لگی اور جب آگ سے نکالا، اسی طرح ٹھنڈا تھا۔ اسے گرمی نہ پہنچی تھی۔ تمام مغل پشیمان اور بقیہ ص ۱۱ پر

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

لہو پکارے گا آصفہ کا

جموں کشمیر کے کٹھوا ضلع میں ایک آٹھ سال کی کمسن بچی آصفہ کے ساتھ ہونے والے گینگ ریپ اور بے رحمانہ قتل سے یہ بات بالکل صاف ہوگئی ہے کہ آر ایس ایس اس ملک کے معاشرے میں فرقہ واریت اور مسلم دشمنی کا زہر گھولنے میں کامیاب ہوگئی ہے۔ جبھی تو سانجی رام نامی سخت گیر ہندو محض اپنے گاؤں سے مسلم کنبوں کو بھگانے کے لئے اپنے 15 سالہ بھتیجے کے ساتھ مل مسلم لڑکی کے اغوا، زنا اور قتل کا گھنونا منصوبہ بناتا ہے اور انسانیت کو تار تار کرتے ہوئے اپنے مقدس مذہبی مقام مندر میں وہ اس کا بیٹا اور بھتیجہ اس پھول سی بچی کے جسم کو جنگلی درندے کی طرح نوچ ڈالتے ہیں۔

اس معاملہ میں پولیس کا اتنا بدنما چہرہ سامنے آیا ہے جس سے انسانیت شرمسار اور شرافت پانی پانی ہے۔ جس پولیس کے کندھوں پر مظلوموں کی دادرسی اور حفاظت کی ذمہ داری ہے اسی محکمہ کے ایس پی او (S, P, O) دیپک کھجوریا نے اپنے دو پولیس والوں اور دوست کے ساتھ مل کر اس ننھی سی گڑیا کو نشہ آور دوائی کھلا کر ہوس کا ننگا ناچ کھیلا۔ آہ!! جن کے ذمہ حفاظت ہے وہی عصمتوں کے لٹیرے نکلے۔ وہ پھول سی بچی روتی رہی مگر ان درندوں کو رحم نہ آیا۔ وہ گڑیا تل تل مرتی رہی مگر یہ ہوس کے بھیڑیے اس کے بدن کو نوچتے رہے۔

آر ایس ایس کا زہر

ایس آئی ٹی کی تفتیش کے بعد جب ان ملزمین کو نامزد کیا گیا تو آر ایس ایس کے لوگوں نے احتجاجی دھرنے شروع کر دئے اور ان لوگوں کو کیس سے ڈسچارج کرنے کا مطالبہ شروع کر دیا، حیرت کی بات ہے کہ کل تک زنا کے کیسیز پر بولنے والوں کی زبانیں آصفہ کے ساتھ ہوئے اس دردناک حادثہ پر اس لئے گنگ ہوگئیں کہ آصفہ مسلمان تھی، یعنی ان کی نگاہ میں ہندو لڑکی کی عزت ہی عزت مسلم لڑکی کی عزت محض ایک کھلونا، جس سے جب چاہا کھیلا اور جب چاہا پھینک دیا، ان زانی قاتلوں کی حمایت میں جموں و کشمیر بی جے پی کے دو وزیر کھل کر آئے اور ''ہندو ایکتا منچ'' بنا کر حکومت پر دباؤ بنانا شروع کیا، بعد میں ان کے ساتھ جموں بار ایسوسی ایشن کے صدر و دیگر وکلا بھی میدان میں اتر آئے اور آصفہ کا کیس لڑنے والی خاتون وکیل دیپکا راجاوت کو دھمکایا گیا اور کیس سے ہٹنے کے لئے پریشر بنایا گیا لیکن اس خاتون نے انصاف و ہمت کا ثبوت دیتے ہوئے کیس چھوڑنے سے انکار کر دیا، جس دن ان زانیوں کے خلاف چارج شیٹ پیش ہونا تھی تو ان سخت گیر ہندو وکلا نے ایس آئی ٹی کو جج تک پہنچنے سے روکنے کی کوشش کی اور کافی ہنگامہ کیا، ماحول کو فرقہ وارانہ بنانے کے لئے جے شری رام اور بھارت ماتا کی جے جیسے نعرے لگا کر اس مسئلے کو غلط رخ دینے کو ہر ممکن کوشش کی۔

جموں کشمیر میں ناانصافی کا یہ سارا تماشا چلتا رہا لیکن آر ایس ایس غلام گودی میڈیا کانوں میں تیل ڈالے سوتا رہا، تین مہینے کے بعد جب ایس آئی ٹی نے اپنی تفتیش کی بنیاد پر ان سب لوگوں کے خلاف فرد جرم عائد کی تو سچی اور بے باک صحافت کی مثال بن چکے، معروف صحافی جناب رویش کمار نے NDTV پر آصفہ پر ہوئے ظلم کے خلاف پرائم ٹائم میں آواز اٹھائی، اس آواز کا اٹھنا تھا کہ آصفہ کا خون ناحق سر چڑھ کر بولنے لگا اور اس کے بعد ABP News کی اینکر رومانہ ایثار خان نے بھی زوردار طریقے سے اس ایشو کو اٹھایا اور بی جے پی کے زرخرید میڈیا کو عوام کے سامنے ننگا کر دیا، یہ معاملہ تب مزید سرخیوں جب 13 اپریل کو کانگریس صدر راہل گاندھی نے آدھی رات کو

*مضمون نگار ماہنامہ مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

آصفہ کی حمایت میں انڈیا گیٹ پر کینڈل مارچ کیا جس میں دہلی کے ہزاروں انسانیت نواز لوگوں نے شرکت کی۔آج سپریم کورٹ نے ازخودنوٹس لیتے ہوئے جموں بار ایسوسی ایشن اور دیگر افراد کونوٹس جاری کئے اور آصفہ کے ساتھ ہوئی اس درندگی پر سخت برہمی کا اظہار کیا،اب امید ہوچلی ہے کہ آصفہ پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑنے والے یہ خونخوار درندے جلد عبرت ناک انجام تک پہنچیں گے۔

قابل افسوس بات

اس دلدوز واقعہ میں افسوس ناک بات یہ رہی کہ مسلم ملی تنظیمیں خاموش تماشائی بنی رہیں،یا توانہیں بروقت اس حادثہ کی خبرنہیں ہوئی،اگرایسا ہے تواس رویے پرآنسو ہی بہایے جاسکتے ہیں کہ ہماری ملکی سطح کی تنظیموں کا نیٹ ورک کس قدرکمزور ہے کہ انہیں ملک میں ہونے والے ایسے معاملات کی خبرنہیں ہوتی، یا پھرایسا ہے کہ ان کی نگاہ میں اس سے کہیں زیادہ اہم کام رہے ہوں گے،کسی کودیش بچاؤ کانفرنس کرنا ہے،کسی کودعوتی دوروں پرجانا ہے،کسی کوحکومتی اجلاس میں شرکت کرنا ہے،کسی کوتصوف کا سبق پڑھانا ہے،کی کوحلقہ ارادت وسیع کرنا ہے،غرضیکہ سبھی اہم کاموں میں مصروف ہیں، لہٰذا جیسے ہی فرصت ملے گی یہ ہمدردان قوم,ملت کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔

نوجوانوں سے اپیل

ملت کے غیور فرزندو! ظلم کے خلاف آواز اٹھانا سیکھو، اٹھو اور آصفہ جیسی سیکڑوں لڑکیوں کو انصاف دلانے کے لئے اپنے جمہوری حقوق کا استعمال کرو،سیر سپاٹا تو روز کرتے ہو کبھی مظلوموں کی دادرسی کے لئے احتجاج بھی کیا کرو،سوشل میڈیا کا مثبت اوراچھا استعمال کیا کرو،بروقت سچی خبروں کی ترسیل سے کئی ناانصافیوں کوروکا جاسکتا ہے،اس لئے کچھ وقت لوگوں کی خدمت کے لئے بھی نکالو۔

تجھی سے امید ہے, تیرا ہی یہ کام ہے
تو قوم کا جوان ہے،تو قوم کا جوان ہے

■■■

ص ۲۶ رکا بقیہ.............................

کے کاموں سے بھی بچنا ضروری ہے کیونکہ شرافت ونجابت کا یہ تقاضہ ہے کی اس فعل سے نہیں بلکہ اس کے جتنے دواعی ہیں،اس سے اجتناب و احتراز کیا جائے۔اسی لئے اسلام نے ان تمام حرکات وسکنات کو جو بے حیائی، بے شرمی، بدکاری میں معمولی رول بھی ادا کرتے ہیں حرام قرار دیئے ہیں اور معاشرے کو ان سے پاک وصاف کرکے صالح معاشرہ بنانے کی ہرممکن کوشش فرمائی۔انسانی جان کی اہمیت مذہب اسلام میں موجود ہے،اسلام میں انسانی جان کے قتل میں قصاص کی سزا مقرر ہے مگر ناموس یا عزت (بلات کاری) انسانی کو داغ دار کرنے کی سزا صرف اورصرف سنگساری کی موت ہے، اگرکسی کے ہاتھوں کوئی ہلاک ہوجائے اور مقتول کے ورثاء اگر رضامند ہوجائیں تو جان کے بدلے مال فدیہ یعنی (دیت جرمانہ) لے کر قاتل کی جان بخشی کر سکتے ہیں بہ خلاف اس کے (بلات کار) زانی اورزانیہ کے سلسلے میں طرفین کی مصالحت کی بنیاد پر بھی اس جرم کی تلافی کا کوئی راستہ سرے سے ہے ہی نہیں۔معلوم ہوا اسلام ناموس وعصمت کوانسانی زندگی سے زیادہ اہمیت دیتا ہے اورزنا کے مجرم کوخدائی مجرم قراردے کرموت کی سزا مقرر کرتا ہے اورحکم دیتا ہے :(ترجمہ "کنزالایمان") زنا کے قریب نہ جاؤ، یہ بڑی بری راہ ہے اور براچلن ہے۔ [سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر17]

آج بھی وہ تمام برائیاں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں جوایام جاہلیت میں جاری تھیں لیکن فرق اتنا ہے کہ پہلے یہ تاریکی کے پردے میں کی جارہی تھیں،آج علم وفن،تہذیب وآزادی کے نام پرکی جارہی ہیں۔لہٰذاضرورت ہے کہ محمدعربی ﷺ کی نافذکردہ اصلاحات کوعام کیاجائے اس پرعمل کرنے کی ترغیب دلائی جائے اورمعاشرہ کوصالح اور پاکیزہ ماحول عطا کیا جائے۔بیٹی 8 سال کی ہو یا 18 سال کی بیٹی ہندو ہو یا مسلمان، بیٹی کٹھوا کی ہو، یا اناؤ کی، ساسارام کی ہو یا، امیٹھی کی بلا تکاری کی سزا پھانسی پھانسی ہونی چاہیے عورت کی آبروجان سے زیادہ قیمتی ہے،پی ڈی ایف ہو یا بی جے پی دونوں مجرم ہیں،ہندوستان میں قانون،انصاف،جمہوریت انسانیت سب دم توڑ چکی ہے،اللہ تعالیٰ ہمیں صالح معاشرہ قائم کرنے کی توفیق دے۔آمین ثم آمین۔

■■■

احوال وطن

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

آواز دو انصاف کو! انصاف کہاں ہے؟

ہمارا ملک ہندوستان جنت نشان کہلاتا ہے؟ (کبھی کہلاتا تھا اب نہیں) ہمارے ملک کا قومی ترانہ ہے ''سارے جہاں سے اچھا ہے ہندوستان ہمارا، ہم بل بلیں ہیں اسکی یہ گلستان ہمارا'' جو آزادی ہندوستان 15 رآگست و یومِ جمہوریہ 26 رجنوری کو گایا جاتا ہے، جس گلستان میں اس کے بسنے والے محفوظ نہ ہوں، امن وچین سے نہ ہوں، جس کی بل بلیں، کوئیلیں محفوظ نہ ہوں، کوئل، بل بل کی عزت لوٹی جارہی ہو تار تار کی جا رہی ہو اس کی عزت وآبرو پر روز روز ڈاکہ ڈالکر شرم شار کرنے والی حرکتیں کی جارہی ہوں تو پھر ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ، سارے جہاں سے اچھا ہے ہندوستان ہمارا؟ کھٹوا کا شرم ناک اور دلدوز واقعہ آٹھ سالہ معصوم بچی آصفہ کی عزت لٹی، جان بھی گۓ بلا تکاری تلک راج، سنجے رام، وشال جنگوتر، دیپک کھجور یا وغیرہ نے شرم حیا کے اور انسانیت کے سارے پیمانے ہی توڑ دیئے اس سے بڑھ کر شرم شار کرنے والی بات یہ ہوئی کی انصاف کی پناہ میں جانے پر انصاف کی حفاظت کرنے والے ہی انصاف کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کی جسارت کی یہ انتہائی دیدہ دلیری اور فکر کی بات ہے اسی طرح اناؤ کی عورت کا کیس بھی شرمناک ہے عزت بھی گئی انصاف مانگنے والے بیچارہ باپ اپنی جان سے گیا اور بلا تکاری بی جے پی کا ایم ایل اے کلدیپ سنگر باہر گھوم تا رہا بھلا ہو الہ باد کورٹ کا ایکشن لیا تو بلا تکاری اریسٹ ہوا ایس آئی ٹی ٹیم کو قانونی رکاوٹیں کھڑی کر کے، اسی طرح کھٹوا میں چارج شیٹ داخل کرنے میں رکاوٹ ڈالنا انتہائی شرمناک اور فکر کی بات ہے سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا لکھوں یہ ملک کہاں جارہا ہے سبھی کے لیے سوچنے فکر کرنے اور ملک کی بھلائی کے بارے میں کچھ نہ کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔

کسی قوم کی تہذیب وتمدن اور ترقّی کا حال معلوم کرنا ہو تو دیکھو اس کے معاشرے میں عورت کا درجہ کیا ہے؟ بہترین طور قوم کو جانچنے پرکھنے کا معیار یہی ہے۔ جس زمانے میں اللہ کے رسول محمد رسول ﷺ اللہ کا پیغام پہنچانے کیلئے مبعوث ہوئے عورت ساری دنیا میں محکوم تھی، وہ بہت سے قانونی حقوق سے محروم تھی، لڑکیوں کو زندہ دفن کردینے کے ساتھ زنا کاری پر بے حیائی کے ساتھ عمل تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیمات، تزکیہ اور وہدایات کے ذریعہ جو اللہ کی جانب سے آپ نے انسانیت کو پہنچائیں، ان عیوب ونقائص کا یکسر خاتمہ کر دیا۔ خداوند تعالی کی بارگاہ میں عورت اور مرد مساوی سطح پر ہیں نیکوکاری کے معاملے میں بھی اور اس کی جزا اور انعام کے معاملہ میں بھی قرآن حکیم میں اسی پر بار بار زور دیا گیا۔ جو شخص کوئی نیک کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطِ کہ صاحب ایمان ہو اس شخص کو (دنیا) میں اس کے اچھے کاموں کے عوض میں انکا اجر دیں گے۔

[القرآن سورہ نحل آیت نمبر 97]

خد بیزار ذہنیت کا محض ظاہری فوائد کو نظر رکھ کر کسی شئے کے اچھے برے ہونے کا فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کی معنویت اور پوشیدہ نتیجہ خیزی کو بھی بہر حال ضرور مد نظر رکھنا چاہیے۔ اخباری رپوٹوں کے مطابق یوروپ میں بہت سے لوگ بن بیاہ رہتے ہیں تو ان کی نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے کچھ ایسی عورتوں کا ہونا بھی ضروری ہے جو انہی کی طرح محض نفسانی یا شہوانی تکمیلِ حاجات کی تجارت کرتی ہوں، لہٰذا عورتیں جو عصمت فروشی کا پیشہ اختیار کیے ہوئی، ہیں سیکس ورکرس کے زمرے میں داخلِ ہیں نعوذ باللہ اب اندازہ لگائیں اُس معیار فکر کا جس نے انسانی نظام حیات بقیہ ص ۲۶ رپر

* مضمون نگار مسجد باجرہ رضویہ اسلام نگر، کپالی، جمشید پور، جھارکھنڈ کے خطیب وامام ہیں۔

از: زرین شمسی*

میک اِن انڈیا؟ یا ریپ اِن انڈیا

اپنی پانچ سالہ بیٹی کو گود میں بٹھا کر میں ''آصفہ'' کے ساتھ ہوئے وحشیانہ سلوک کی خبر سن رہا تھا۔ پہلی بات جو میرے دماغ میں آئی، وہ یہ تھی کہ میری بیٹی بھی تو اسی سماج کا حصہ ہے، اسی گلستاں کا پھول ہے، جہاں آج کل نفرتوں کا گہرا سایہ بچوں تک پہنچ چکا ہے۔ بیٹی کی طرف دیکھ کر کلیجہ پھٹنے لگا۔ جس ملک میں 8 سال کی بچی کے جسم کو نوچ نوچ کر کھانے والے درندے موجود ہیں، کیا وہ ملک بیٹیاں پیدا کرنے کے قابل ہے؟

گوتم نے گمبھیر بات کہی کہ ''بیٹی بچاؤ'' کا قول اب ''زانی بچاؤ'' کے فعل میں تبدیل ہو چکا ہے، لیڈروں نے پہلے کریمنل کا ساتھ لیا اور اب ریپسٹ کا ساتھ لے کر معصوم بچی کی مردہ لاش پر سیاست کر رہے ہیں، عصمت دری کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں بھی ایسی وحشیانہ حرکتیں ہوتی ہیں، لیکن واردات کے دوران اور بعد میں پولیس، وکلا اور سیاسی بھیڑ نے جو کچھ کیا، وہ شرمناک ہی نہیں بلکہ بھارت جیسے ملک کے لئے خطرناک بھی ہے۔

اناؤ میں ریپ کرنے والا بی جے پی ایم ایل اے مسکرا کر کہہ رہا ہے کہ کوئی تین بچوں کی ماں کے ساتھ ریپ کر سکتا ہے۔ متاثرہ انصاف کے لیے یوگی جی کے گھر کے سامنے خودکشی کی کوشش کرنے کی کرتی ہے اور اسے انصاف کی جگہ اس کے باپ کی لاش تھما دی جاتی ہے۔

جموں میں بھگوان بھی شرمندہ ہے کہ اس کے مندر میں گھناؤنا کھیل کھیلا گیا۔ تمام مشینری زناکار کے ساتھ اٹھ کھڑی رہی۔ حتیٰ کہ مری ہوئی بچی کو پھینکنے سے پہلے ایک پولیس والا کہتا ہے کہ ''وہ ایک بار اور مزہ لینا چاہتا ہے''۔ یہ نفرت کی انتہا ہی نہیں ہے بلکہ انسانیت کی وہ نچلی سطح ہے کہ جس پر افسوس بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ''آصفہ'' کے ساتھ ہونے والا ریپ محض ہوس پرستی تو قطعی نہیں ہے۔ 8 سال کی اس معصوم بچی کے ساتھ جو کچھ ہوا، اسے حیوانیت کہنا بھی حیوان کو ذلیل کرنے جیسا ہوگا۔ یہ ایک خاص کمیونٹی کے خلاف نفرت کا منتہائے عروج ہے۔

ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا کہ ریپسٹ کی حمایت میں بھیڑ دکھائی دے رہی ہو۔ اناؤ میں ایس آئی ٹی کو روکنے کے لیے نفرت کے ٹھیکیداروں نے بھیڑ اکٹھی کی اور جموں میں ایف آئی آر درج کرانے پہنچی پولیس کو بھیڑ سے مزاحمت کرنے میں 6 گھنٹے لگے۔ آخر ہم کس دیش میں رہتے ہیں۔ یہ دیش کہاں جا رہا ہے، پہلے خواتین اور اب بچے۔ کل تک ہم خواتین تحفظ بل کے لیے لڑ رہے تھے، لیکن کیا اب اطفال سلامتی قانون کو ریویو کرنے پر بھی بحث چھیڑیں گے؟

صدیوں سے یہی ہوتا چلا آ رہا ہے۔ دہلی گینگ ریپ کے بعد جو ماحول بنا تھا، اس سے لگا تھا کہ شاید کچھ تبدیلی آئے گی لیکن یہ امید بے معنی ثابت ہوئی۔ بچے ہمیشہ سے سافٹ ٹارگیٹ رہے ہیں، لیکن اب جب خواتین نے بھی ظلم اور استحصال کے خلاف آواز اٹھا دی ہے، وہ اپنے حق کے لیے کھڑی ہونے لگی ہیں، تو بچوں پر آ گئے۔

اب کیا ہم بچوں کو بھی ان کے بچپن میں یہ سکھانے بیٹھیں گے کہ بیٹا تمہیں کوئی یہاں چھوئے، تو یہ پیپر اسپرے جو تمہارے بیگ میں رکھا ہے، اسے اس کی آنکھوں میں جھونک دینا؟ یا پھر ہم معصوم سی بچی کو یہ سکھائیں گے کہ 'گڈ ٹچ' کیا ہوتا ہے اور 'بیڈ ٹچ' کیا ہوتا ہے؟ اوف! آخر یہ کیسی خاموشی ہے؟ جب بھی ہم اس طرح کی زیادتیوں پر بات کرتے ہیں تو بات صرف اور صرف سیکس پر آ کر مرکوز جاتی ہے، لیکن سیکس کیا کسی.

بچی کے جسم کو کچل دینے کا نام ہے؟ قصور دراصل ذہنیت میں ہے۔سیکس کرنا، کاٹنا، نوچنا، کھسوٹنا ہوس کا نتیجہ ہوسکتا ہے، لیکن ''نربھیا'' کے پیٹ میں راڈ ڈالنا، گڑیا کے عضو خاص میں شیشی اور موم بتیاں ڈال دینا، آصفہ کے مردہ جسم کے ساتھ زنا کرنا یہ کیا ہے؟ میں اسے ہوس پرستی نہیں سمجھتا۔ دوسروں کو پریشان کرنے میں ملنے والی خوشی ہی اس کی وجہ ہے۔

عصمت دری روکنے کے لیے کوئی برقع پہنانے کا مشورہ دے گا، تو کوئی سلائی دار کپڑے پہنانے کا، لیکن اس معاشرے کی اصلاح کا طریقہ کسی کے پاس نہیں ہے۔ سماج بنتا ہے کردار سے، سماجی طرز عمل سکھانے سے، اس ادب کو پڑھانے سے جو متاثرین کے ذہنی تناؤ کی عکاسی کرتا ہو۔ پریم چند، بھرت ہری اور اقبال کو پڑھنے والا شاید ہی کسی غریب یا دلت سے بدسلوکی کرسکتا ہے۔ لیکن یہاں تو ادب کیا تاریخ کو توڑنے مروڑنے والی سرکار بیٹھی ہے۔کل ملا کر اس ملک میں سب نے اپنے بنیادی اقدار کو چھوڑ دیا ہے۔ خواہ لیڈران ہوں، خواہ انتظامی افسران ہوں، پولیس ہوں یا درندہ بن چکی بھیڑ ہو یا پھر اس ملک کے شہری اور جس ملک میں اقدار پر عمل نہ ہو، اس ملک میں بیٹی پیدا کرنا کوئی عقلمندی کا کام تو نہیں ہی کہا جاسکتا۔

پھانسی دینے سے کیا اس کا علاج ہوجائے گا؟ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟ پہلے رام سنگھ کے لیے پھانسی مانگی، پھر گڑیا کے درندے کے لیے پھانسی کا مطالبہ کیا، اب آصفہ کے لیے بھی یہی کر رہے ہیں، لیکن کیا انہیں پھانسی دینے سے معاشرے کو صحیح سمت مل جائے گی؟ کیا سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا؟ خوفزدہ ہوں اور کیوں نہ ہوں کہ آخر میں بھی تو بیٹی کا باپ ہوں اور روزانہ ایک بیٹی کو بے آبرو ہوتے ہوئے سنتا ہوں؟ خدا نہ کرے کل میری بیٹی بھی ان نیوز چینلوں کی ہیڈ لائنس بن جائے۔ کیسے بچاؤں اپنی بیٹی کو ایسی ہیڈ لائن بننے سے؟ سوچا تو یہی تھا کہ بیٹی تو مجھے بھی چاہیے، وہ بھی ایسی کہ 'جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن میں زینت' لیکن آج جب چمن میں بیٹی آئی تو پورا چمنستان ہی خاروں میں لپٹا نظر آرہا ہے۔ کس کے بھروسے کوئی بیٹی کو جنم دے؟ گھر سے باہر نکلی 'نربھیا' کے ساتھ جب دہلی کی سڑکوں پر درندگی کا کھیل کھیلا گیا، تو سوچا کہ اپنی بیٹی کو گھر میں ہی محفوظ رکھ کر بڑا کرلوں گا، لیکن جب گاندھی نگر میں پانچ سال کی ''گڑیا'' کے ساتھ ہوئی درندگی کے بارے میں نیوز دیکھی، تو سب سے پہلے یہی خیال آیا کہ گھر میں بھی محفوظ نہیں ہے میری بیٹی۔ آصفہ کے ساتھ ہوئی درندگی دیکھی تو خوف سے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ آپ ہی بتائیں کس طرح محفوظ رکھیں اپنی بیٹی کو؟ پولیس کے پاس جائیں؟ کیا اس کے ساتھ چوبیس گھنٹے دو باڈی گارڈ رکھیں؟ یہ ایک بڑا سوال ہے، جو ہر والدین کو کچوکے لگا رہا ہے۔

چلئے آپ کی بات یہ بھی مان لی کہ اسے کسی دوست کے گھر نہیں بھیجوں گا، اس کو اسکول — کالج خود لینے جاؤں گا، لیکن صرف اس خوف سے کہ کہیں میری بیٹی بھی ''آصفہ'' نہ بن جائے، میں اس کی آزادی ختم کردوں؟ اور اس کے ساتھ سائے کی طرح رہوں؟ یا پھر اس دنیا سے ایسے درندے ڈھونڈ ڈھونڈ کر مارنا شروع کردوں، یہ سب کوری باتیں ہیں، جیسے حکومت بیٹیوں کو محفوظ نہیں رکھ سکتی، ویسے ہی ہم ماں باپ بھی آج لاچار ہیں اپنی بیٹیوں کی حفاظت کے تعلق سے۔

مجھے لگتا ہے کہ جرم میں تیزی تبھی آتی ہے، جب مجرموں کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اسے سزا نہیں ہوگی اور اگر ہوگی بھی تو ابھی نہیں ہوگی۔ عدلیہ اور پولیس کا نظام ایسا ہے کہ لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ سب کچھ مینج ہو جائے گا۔ آج لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ ایسے مجرموں کو سرعام پھانسی دی جائے تا کہ لوگوں کو جرم کرنے کی جرآت نہ ہو۔ اسلامی قانون بھی یہی کہتا ہے کہ ایسے مجرموں کو سنگسار کردیا جائے۔ کیا یہ قانون نافذ کرنے کی ہمت ہمارا ملک دکھائے گا۔

دھوپ اب تو آن پہنچی جھاڑیوں کے اندر بھی
اب پناہ لینے کو تیرگی کدھر جائے

■■■

از: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری*

واقعات معراج اور ان سے منسوب روایات

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

اعلان نبوت کے بارہویں سال ماہ رجب المرجب کی ستائیسویں شب سرکار دوعالم ﷺ کو سفر معراج کا اعزاز حاصل ہوا، بحکم الٰہی حضرت جبریل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ، ایک برق رفتار سواری "براق" لیے حاضر ہوئے، فرشتوں کی تسبیح ودرود سے حرم مکہ معظّمہ گونج اُٹھا۔ ۱

خوشی کے بادل اُمنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمہ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آرہے تھے۔ ۲

حضور انور ﷺ حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر آرام فرماتے کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے، محبوب کریم ﷺ کو بیدار کرنے کے لیے حکم الٰہی ہوا، اے جبریل! ان کے قدموں کو چھوتا کہ تیرے نورانی لبوں اور کافوری آنکھوں کی ٹھنڈک سے ہمارے محبوب خود بخود بیدار ہوجائیں، چنانچہ اس طرح محبوب کریم ﷺ خواب ناز سے بیدار ہوئے، جبریل علیہ السلام نے وصال رب ذوالجلال کا مژدۂ جانفزا ان الفاظ سے سنایا:

یا رحمة للعالمین ان اللہ یقرء السلام و یقول زرنی وانی مشتاق الیک۔ یعنی اے رحمت عالمین! اللہ تعالیٰ آپکو سلام فرمارہاہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ تشریف لائیے! ہم آپکی ملاقات کے مشتاق ہیں۔" ۳

تبارک اللہ ہے شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش "لن ترانی" کہیں تقاضے وصال کے تھے ۴

حضور اکرم ﷺ اُٹھے، جبریل علیہ السلام کے ہمراہ حطیم کعبہ تک تشریف لائے، واقعہ شق صدر ہوا، قلب اطہر کو آب زم زم سے دھویا گیا، ستر ہزار فرشتوں کے نورانی جھرمٹ میں جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کو آب کوثر سے غسل دیا، جنتی لباس پہنا کر سر اقدس پر عمامہ شریف کا تاج رکھا، ایک نورانی چادر اوڑھائی اور جنتی دولہا بنایا گیا۔ ۵

شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزم جنت پہ لاکھوں سلام ۶

سواری کے لیے ایک سفید رنگ کا براق پیش کیا گیا، اس کے دو بازو تھے اور پیشانی سرخ یاقوت کی بنی تھی، اس کی تیز رفتاری کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ منتائے نظر پر اس کا قدم جاتا تھا۔ ۷

ستر ہزار نورانی فرشتوں نے براق کے گرد حلقہ کیا، سرکار دوعالم ﷺ براق پر اس انداز سے سوار ہوئے کہ جبریل علیہ السلام نے رکاب تھامی اور گروہ ملائکہ سمیت بیت المقدس کو بصد عزت وتکریم روانہ ہوئے۔ ۸

باغ عالم میں بادِ بہاری چلی، سرورِ انبیا کی سواری چلی ہے یہ سواری سوئے ذات باری چلی، ابر رحمت اُٹھا آج کی رات

دوران سفر، سرزمین مدینہ عالیہ، طور سینا، ولادت گاہِ عیسیٰ علیہ السلام ملاحظہ فرماتے قبلہ اوّل بیت المقدس پہنچے جہاں پہلے سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام موجود تھے، مسجد اقصیٰ پہنچنے پر آپ ﷺ نے تمام انبیائے علیہم السلام کی امامت فرمائی اور سب نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی، تکمیل نماز کے بعد انبیائے کرام نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، خطابات فرمائے، ان انبیا علیہم السلام نے اپنے اپنے خطاب میں حمد خداوندی کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے معجزات وکمالات کا اظہار بھی کیا اور سب سے آخر میں حضور اکرم ﷺ نے حمد وثنائے رب جلیل کے بعد فرمایا: "تمام حسن وکمال اسی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے

*مضمون نگار انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن، نارتھ کراچی، پاکستان کے پرنسپل ہیں۔

مجھے رحمۃ للعالمین اور کائنات کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا، مجھ پر قرآن مجید جو حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے، نازل فرمایا ،میری اُمت کو خیر اُمم کے خطاب سے نوازا، میرے سینے کو کشادہ فرمایا، میرے ذکر کو بلند فریا، میرا بوجھ ہلکا کر دیا، مجھے تمام مخلوق سے اوّل پیدا کیا اور تمام انبیا کے بعد آخری نبی بنا کر بھیجا۔"

اس پر آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا : "بھذا افضلکم محمد ﷺ۔ اے محمد ﷺ! اسی بنا پر حق تعالیٰ نے آپ کو سب سے افضل قرار دیا۔"۸

فرشتے خدم، رُسل حشم، تمام اُمم، غلام کرم
وجود و عدم حدوثِ قدم، جہاں میں عیاں تمہارے لیے ۹

دائیں بائیں فرشتے ہی فرشتے تھے، سرکار دو عالم ﷺ براق پر سوار ہوئے آسمانوں پر پہنچے، ہر آسمان پر مختلف انبیائے کرام سے ملاقات فرمائی اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات فرمائی ،حدیث شریف میں ہے کہ حضورا کرم ﷺ نے فرمایا: "جب میں بیت المعمور (فرشتوں کا قبلہ) میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف کر کے میرے انتظار میں کھڑے تھے وہاں بحکم الٰہی اذان ہوئی اور جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے حبیب خدا! جس طرح آپ نے بیت المقدس میں انبیا کی امامت فرمائی ،اسی طرح یہاں بھی ملائکہ کی امامت فرمائیں۔"

چنانچہ حضور ﷺ نے تمام ملائکہ کی امامت فرمائی اور انہیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ ۱۰

بغورِ صدا، سماں یہ بندھا، یہ سدرہ اُٹھا، وہ عرش جھکا
صفوف سما نے سجدہ کیا، ہوئی جو اذاں تمہارے لیے ۱۱

جب حضورا کرم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ (جو جبریل علیہ السلام کی پرواز کی آخری حد ہے) پہنچے تو جبریل علیہ السلام رُک گئے اور عرض کیا: "اگر ایک بال کے برابر بھی آگے اُڑوں تو اللہ کی تجلیات سے جل کر راکھ ہو جاؤں۔"۱۲

اس پر سرکار دو عالم ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا اگر تمہاری کوئی حاجت ہو تو بتاؤ، میں رب کریم کی بارگاہ میں پیش کر دوں گا؟ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری یہ آرزو ہے کہ جب روزِ محشر آپ کی اُمت پل صراط سے گزرے تو مجھے اجازت ہو کہ میں اپنے پرو بازو وہاں بچھادوں تا کہ آپ کی اُمت بآسانی گزر سکے۔ ۱۳

چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ اس مقام سے آگے خود ہی پر واز کناں ہوئے ، براق کے بعد رفرف پر سوار ہو کر مقامات عالیہ کی طرف گئے، آگے اللہ ہی جانے کہ کیا کیا مقامات و مدارج، کیسے کیسے عبور فرمائے ،الغرض حضورا کرم ﷺ عرش الٰہی کے قریب پہنچے، آپ کے قلب اقدس پر عظمت وجلال الٰہی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے کہ آواز آنے لگی: "ادن یا خیر البریہ ادن یا احمد ادن یا محمد۔ نزدیک آئیے اے ساری مخلوق سے افضل ! نزدیک آئیے اے احمد! نزدیک آئیے اے محمد (ﷺ)!"

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرور مجد (ﷺ)
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے ۱۴

حضورا کرم ﷺ نے فرمایا : "پھر میرے رب نے مجھے اپنے سے اتنا قریب فرمایا اور میں اتنا نزدیک ہو گیا جیسا کہ خود اس نے فرمایا (ترجمہ آیت) "پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا، یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا، پس وحی کی اللہ نے اپنے محبوب بندے کی طرف جو وحی کی۔" ۱۵

ان بلندیوں کے ادراک سے ہم انسانوں کی عقل عاجز ہے، ہم تو بس یہی فریاد کرتے ہیں کہ :

نبی رحمت، شفیع اُمت، رَضا پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے ۱۶

محقق اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور سرور عالم ﷺ نے شب معراج براق پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ لے لیا ہے کہ روز قیامت جب کہ سب لوگ اپنی

اپنی قبروں سے اُٹھیں گے، ہر ایک مسلمان کی قبر پر اسی طرح ایک ایک براق بھیجوں گا جیسا کہ آج آپ کے واسطے بھیجا گیا ہے، یہ مضمون صحیح ہے یا نہیں کیونکہ کتاب ''معارج النبوۃ'' سے لوگ اس کو بیان کرتے ہیں، ''کتاب معارج النبوۃ'' کیسی کتاب ہے اور اس کے مصنف عالم اہل سنت معتبر محقق تھے یا نہیں؟ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''روز قیامت ہر مسلمان کی قبر پر براق آنے والی روایت بے اصل ہے اور کتاب ''معارج النبوۃ'' کے مصنف سنی واعظ تھے (مگر) کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔'' ۱۷

کچھ نعت خواں حضرات نعتوں میں ایسے اشعار پڑھتے سنائی دیتے ہیں:

یا نبی دیکھا یہ رتبہ آپ کی نعلین کا
عرش نے چوما ہے تلوا آپ کی نعلین کا

اس سے آگے جائے تو جل جائیں پر جبریل کے
اس سے آگے جانا دیکھا آپ کی نعلین کا ۱۸

جبکہ کچھ شعلہ بیان واعظین اپنے خطاب میں بھی بڑے اطمینان سے یہ روایت بیان کرتے سنائی دیتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ شب معراج عرش الٰہی پر نعلین شریف سمیت تشریف لے گئے، جب محقق اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے یہ دریافت کیا گیا کہ شب معراج میں حضور اقدس ﷺ کا عرش الٰہی پر نعلین مبارک کے ساتھ تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔'' ۱۹

بعض نادان واعظین یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو خواب ہی میں دیدار الٰہی ہوا تھا، معراج میں نہیں اور یہ معراج بھی ایک خواب ہی ہے، جب فقیر نے لاہور کے ایک واعظ صاحب کو سمجھانا چاہا تو فرمایا کہ ہم نقشبندی مجددی ہیں، ہمارا یہی عقیدہ ہے! العیاذ باللہ، حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ پر ایسا بہتان! فقیر منہ تکتا رہ گیا کہ مجھ جیسے کے سامنے ایسی بات کر رہے ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی پر ایک عظیم ۱۵/ جلدی انسائیکلو پیڈیا ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' مرتب کر چکا ہے، عام عوام کو کیا کچھ نہ فرماتے ہوں گے، فقیر نے موصوف کو حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ کا یہ حوالہ پیش کیا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی اپنے ایک مکتوب شریف میں لکھتے ہیں کہ: ''شب معراج میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رویت باری تعالیٰ اس دنیا میں واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس رات جب مکان و زمان کے دائرہ سے باہر ہو گئے اور تنگی مکان سے نکل گئے تو ازل و ابد کو آنِ واحد پایا اور ابتدا و انتہا کو ایک نقطہ میں متحد دیکھا۔'' ۲۰

جب محقق اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور اقدس ﷺ نے خواب میں دیدار کیا تھا یا کہ ظاہری آنکھوں سے دیدار الٰہی کا شرف پایا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ:

''حضور سرور عالم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش، جنت اور لامکاں کی بلندیوں پر عروج کے علاوہ اپنے دیدار پُر انوار سے بھی نوازا جو آپ ہی کا حصہ ہے، اس موضوع پر اگر ائمہ متاخرین کے الگ الگ اقوال نقل کیے جائیں تو ایک طویل دفتر درکار ہے کہ وہ حد شمار سے خارج ہیں، المختصر یہ کہ حضور سرور عالم ﷺ نے معراج کی شب بیداری کے عالم میں اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کا دیدار فرمایا۔'' ۲۱

شیخ الاسلام امام احمد رضا حنفی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے عالم بیداری میں معراج اور دیدار الٰہی کے حوالے سے ایک تحقیقی رسالہ ''منبہ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرویہ'' تصنیف فرمایا ہے، جسے فقیر نے اس کی تسہیل اور ترتیب نو کر کے دو الگ الگ ناموں سے شائع کرائے تھے:

(۱)... رحمت عالم ﷺ اور عالم بیداری میں معراج

(۲)...رحمت عالم ﷺ اور دیدار الٰہی

یہ دونوں رسائل بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ نارتھ کراچی نے شائع کیے ہیں، فقیر نے جو حقائق پیش کیے، عامی واعظین اور خطبا انہیں خوب شورودلیری سے بیان کرتے نظر آتے ہیں، انہیں ان غلط روایات سے پرہیز کرنا چاہیے، حضور اکرم ﷺ کی شان بیان کرنے کے لیے پورا قرآن کریم بھرا پڑا ہے، غلط روایات کا سہارا لینا اپنے اور دوسروں کے ایمان کو خراب کرنا ہے، اگر آج سے قبل ایسی روایات بیان کی ہیں تو اس کے ازالہ کے لیے اب حق اور سچ کو عام کریں، مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو حق کی آگاہی اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حواشی:

۱...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ اوّل مطبوعہ لاہور، ص ۸۶:

۲...ایضاً

۳...مفتی حبیب احمد ہاشمی، مہمانِ عرش،، ص ۵۹:

۴...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ اول مطبوعہ لاہور، ص ۸۶:

۵...مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی، مواعظ، جلد اول، ص ۲۶۲:

۶...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ دوم مطبوعہ لاہور، ص ۲۳:

۷...مفتی حبیب احمد ہاشمی، مہمانِ عرش، ص ۶۰:

۸...شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، جلد اول، مطبوعہ لاہور، ص ۲۹۷:

۹...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ دوم مطبوعہ لاہور، ص ۴۲:

۱۰...ایضاً

۱۱...مفتی حبیب احمد ہاشمی، مہمانِ عرش، ص ۵۹:

۱۲...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ دوم مطبوعہ لاہور، ص ۴۲:

۱۳...شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، جلد اول، مطبوعہ لاہور، ص ۲۹۹:

۱۴...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ اول مطبوعہ لاہور، ص ۸۶:

۱۵...شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، جلد اول، مطبوعہ لاہور، ص ۳۰۵:

۱۶...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ اول مطبوعہ لاہور، ص ۸۶:

۱۷...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، احکام شریعت، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۱۶۳:

۱۸... https:// www.youtube.com/watch?v =ebmzg8m9kzc

۱۹...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، احکام شریعت، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۱۶۴:

۲۰...شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، مکتوبات مجدد الف ثانی، مطبوعہ کوئٹہ، دفتر اول، مکتوب ۲۸۳:

۲۱...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، منبہ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرویہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء

■■■

ص ۵۶ رکا بقیہ.........................

جس کی معرفت ہم تک پہنچا اور جس نے یہ ملت تیار کی بہ قول اقبال دین اللہ کی طرف سے آتا ہے اور ملّت پیغمبر بناتے ہیں۔ اس عالی شان پیغمبر کا مولد و مسکن، اس کی دعوت کے مراکز و منازل اور نزولِ وحی کے محور و مہبط کیوں نہ محفوظ کیے جائیں؟ اس کے سانچے میں ڈھلے ہوئے انسانوں کی یادگاریں کیوں باقی نہ رہیں؟ یہ سب یادگاریں کیوں نہ باقی رہیں؟ یہ سب یادگاریں ان انسانوں کی ہیں جو تاریخ کے دھارے کو ابد الآباد تک موڑ کے زندۂ جاوید ہو گئے۔ جن کا نام اور کام صبح قیامت تک زندہ رہے گا۔ جن کے لیے تمام عزتیں ہیں جو حضور ﷺ کے اہل بیت، وجدان جنہیں عشق کی آنکھوں سے اب بھی چلتے پھرتے دیکھا جاتا ہے۔ ■■■

ادبیات

از: علامہ محمد رحمت اللہ صدیقی*

(قسط اوّل)

سیرت نگاری کا اک نیا جہاں

سید اولادِ رسول قدسی سے میری رفاقت کی عمر تینتیس سالوں پر محیط ہے۔ میں قدسی کا قاری بھی ہوں، سامع بھی ہوں اور مشیر بھی۔ انھیں میں نے بہت قریب سے دیکھا بھی ہے، پڑھا بھی ہے اور سنا بھی ہے۔ میں ان کا خلوت نشیں بھی رہا اور جلوت نشین بھی۔ انھیں میں نے شخص کی حیثیت سے بھی دیکھا ہے اور شخصیت کی حیثیت سے بھی۔ ان کی عالمانہ، فاضلانہ اور داعیانہ حیثیات بھی میری نگاہوں میں محفوظ ہیں۔ ان کی ذات میں بکثرت علوم وفنون ستاروں کی طرح دمک رہے ہیں۔ دین و ملت، مذہب ومسلک اور شعر وادب کا بڑے پیمانے پر فروغ ان کا محبوب مشغلہ ہے اور مذکورہ تمام شعبوں میں انھوں نے اپنے گہرے اور دیر پا نقوش چھوڑے ہیں۔ ان سے وابستہ فنون میں پیچیدگی ضرور ہے لیکن ژولیدگی نہیں ہے۔ ان کی شخصیت سے منسلک ہر فن تفہیمی اعتبار سے اپنے قاری سے ریاضت کا مطالبہ کرتا ہے۔ بغیر ریاضت کے ان کے فن کی داخلی تہوں تک رسائی بہت مشکل ہے۔ وہ اپنے کسی بھی فن میں مقلد نظر نہیں آتے۔ وہ اکثر نئی نئی راہوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ ناقدین زبان وادب نے ان کے ہر فن کو تقلیدی بتایا ہے۔ انہوں نے نثری ادب کو بھی فروغ بخشا ہے اور شعری ادب کو بھی اور ہر دو میدان میں انہوں نے اپنے جداگانہ وجود کو منوانے کی بھر پور کوشش کی ہے۔ لیکن شعری ادب پر ان کے نقوش بہت زیادہ گہرے ہیں۔ ان کے شعری ادب کو ناقدین ادب کی ایک بڑی جماعت نے تسلیم کیا ہے اور سند قبولیت سے بھی نوازا ہے۔ اب تک ایک درجن کے قریب ان کے نعتیہ وغزلیہ دواوین زیورِ اشاعت سے آراستہ ہو چکے ہیں اور ایک درجن سے زائد نثری وشعری فن پارے منتظر اشاعت ہیں۔ کئی دینی و ادبی رسائل نے ان پر خصوصی گوشے بھی شائع کیے ہیں اور مزید رسائل گوشے کی اشاعت کے لیے کوشاں ہیں۔

سید اولادِ رسول قدسی کی شخصیت میں بڑی وسعت، گہرائی اور پھیلاؤ ہے۔ ان کے شعر وسخن کے کسی بھی گوشے پر گفتگو کے لیے عالمانہ، فاضلانہ اور ناقدانہ بصیرت کی ضرورت ہے۔ سطحی ذہن وفکر ان کی شاعری کے اسرار ورموز سے پورے طور پر لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔ وہ لفظوں کے پیچ وخم میں اُلجھ کر رہ جائیں گے۔ ان کی نعتیہ شاعری کی تفہیم قدرے آسان ہے لیکن ان کی غزلیہ شاعری کا بیشتر حصہ پیچیدہ بیانی کے خول میں لپٹا ہوا ہے۔ اس وقت میرا مقصودِ گفتگو ان کی سہل نگاری ہے نہ پیچیدہ بیانی بلکہ زیر نظر کتاب "سیرتِ سرورِ دو جہاں" ہے۔ "سیرتِ سرورِ دو جہاں" سیرت نگاری کی تاریخ میں اک نیا جہان ہے۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک آفاقی اور سمندر صفت عنوان ہے۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جدا ہو کر قانونِ الٰہی کے مطابق انسانی زندگی کی تعمیر وترتیب بہت مشکل ہے۔ خود قرآنِ حکیم نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو انسانوں کے لیے نمونہ بتایا ہے۔ دنیا کے کسی فرد کو چاہے وہ کسی مذہب وملت کا ماننے والا ہو، وہ اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہتر، کامل اور مکمل انسان آج تک روئے زمین پر کوئی پیدا ہوسکا ہے اور نہ قیامت کی صبح تک پیدا ہو سکے گا۔ آپ نبوت ورسالت کی ابتدا بھی ہیں اور انتہا بھی۔ آپ کی ذاتِ مقدس اوّل بھی ہے، آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔

وہی ہے اوّل، وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے، اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

* مضمون نگار مجلہ پیغام رضا ممبئی کے مدیر اعلیٰ اور ایک معتبر اسلامی اسکالر ہیں۔

ربّ کائنات نے آپ کو ہر خوبی و کمال سے بہرہ ور فرمایا ہے۔آپ سے حسین و جمیل بچہ کسی ماں نے آج تک جنا ہی نہیں ہے۔ربّ کائنات نے آپ کو ہر نقص وعیب سے پاک پیدا فرمایا ہے۔آپ کی ذات پہ نقص کے تصور ہی سے ایمان کی سرسبز و شاداب فصل جلنے لگتی ہے۔کسی شاعر نے آپ کے حسن و جمال اور آپ کی بے مثلیت کی یوں تصویر کشی کی ہے۔

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ

اَبَدًا وَّ عَلِمْنِیْ اَنَّہٗ لَا یَخْلُقُ

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی مثل پیدا نہ فرمایا اور میں یہی جانتا ہوں کہ آپ کا مثل کبھی پیدا نہ فرمائے گا۔

[حیات الحیوان، ج ا، ص ۴۲]

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قصیدۂ ہمزیہ میں آپ کے بے مثل حسن و جمال کا نقشہ اس انداز میں کھینچا ہے۔

وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ

وَاَکْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ سے زیادہ حسن و جمال والا میری آنکھوں نے کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ فضل و کمال والا کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ

کَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

اے اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ ہر عیب و نقص سے پاک پیدا کیے گئے ہیں۔گویا آپ ایسے ہی پیدا کیے گئے جیسے حسین و جمیل پیدا ہونا چاہتے تھے۔

حضرت امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ بردہ شریف میں رقم طراز ہیں:

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ

فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں ایسے یکتا ہیں کہ اس معاملہ میں ان کا کوئی شریک ہی نہیں ہے۔کیوں کہ ان میں جو حسن کا جوہر ہے وہ تقسیم کے قابل ہی نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے آپ کے حسنِ بے مثال کی اس انداز میں منظر کشی کی ہے۔

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تیری خَلق کو حق نے جمیل کیا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن وادا کی قسم

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

حضور سیّد عالم ﷺ کے سراپا پہ شعراء کی منظوم نگارشات ملتی ہیں۔صحت و ایمان وعقیدے کی روشنی میں اگر مدحت رسالت مآب ﷺ ہوتی ہے تو شاعر ثواب کا حقدار ہے۔اس باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے جو پیش رفت کی ہے اردو زبان و ادب کی تاریخ میں اب تک اس کی دوسری نظیر سامنے نہیں آسکی ہے، اور آئندہ اس کی امید بھی نہیں ہے۔تازگیٔ قلب وذہن کے لیے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سراپا کے حوالے سے کچھ اشعار ذیل میں پیش ہیں۔

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا

لکۂ ابرِ رأفت پہ لاکھوں سلام

لَیْلَۃُ الْقَدْر میں مَطْلَعِ الْفَجْرِ حق

مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

لختِ لختِ دلِ ہر جگر چاک سے

شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام

دُور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

چشمۂ مہر میں موجِ نورِ جلال

اس رگِ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی

ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

ادبیات

اُن کی آنکھوں پہ وہ سایہ افگن مژہ
ظلۂ قصرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اشکباریِ مژگاں پہ برسے دُرود
سلکِ درِّ شفاعت پہ لاکھوں سلام

معنیٔ قَدْ رَأیٰ مقصدِ مَاطغٰی
نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دَم میں دَم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر دُرود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے چراغِ قمر جھلملائے
ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

اُن کے خد کی سہولت پہ بے حد دُرود
ان کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں دُرود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

شبنمِ باغِ حق یعنی رخ کا عرق
اس کی سچّی براقت پہ لاکھوں سلام

خط کی گردِ دہن وہ دلِ آرا پھبن
سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ریش خوش معتدل مرہمِ ریشِ دِل
ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

جس کے پانی سے شاداب جان و جناں
اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام

جس سے کھاری کنویں شیرۂ جاں بنے
اس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد دُرود
اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں دُرود
اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

وہ دُعا جس کا جوبن بہارِ قبول
اس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے
ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسّم کی عادت پہ لاکھوں سلام

جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رَواں
اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

دوش بر دوش ہے جس سے شانِ شرف
ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسودِ کعبۂ جان و دل
یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

روئے آئینۂ علم پشتِ حضور
پشتیِ قصرِ ملّت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا
موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

کعبۂ دین و ایماں کے دونوں ستوں
ساعدینِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم
اس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

رفعِ ذکرِ جلالت پہ اَرفع دُرود
شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام

دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں
غنچۂ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی
اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

انبیا تہہ کریں زانو اُن کے حضور
زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

ساق اصلِ قدم شاخِ نخلِ کرم
شمعِ راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دِل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

پہلے سجدہ پہ روزِ ازل سے دُرود
یادگاریِ امّت پہ لاکھوں سلام

زرع شاداب و ہر ضرع پر شیر سے
برکاتِ رضاعت پہ لاکھوں سلام

بھائیوں کے لیے ترکِ پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نِصفت پہ لاکھوں سلام

مہد والا کی قسمت پہ صد ہا دُرود
بُرجِ ماہِ رسالت پہ لاکھوں سلام

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن!
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

اُٹھتے بوٹوں کی نشوونما پر دُرود
کِھلتے غنچوں کی نکہت پہ لاکھوں سلام

فضلِ پیدائشی پر ہمیشہ دُرود
کھیلنے سے کراہت پہ لاکھوں سلام

اعتلائے جبلّت پہ عالی دُرود
اعتدال طویت پر لاکھوں سلام

بے بناوٹ ادا پر ہزاروں دُرود
بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن و جمال، فضل و کمال اور بے مثل و بے مثال ہونے کے تعلق سے واقعات و روایات کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ اس حوالے سے بکثرت کتب و رسائل ملتے ہیں۔ یہاں مقصد چند مثالوں کا پیش کرنا تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پر مصنفین نے جتنا اور جس قدر لکھا ہے اور آپ کی سیرت پہ دنیا کی مروّج زبانوں میں جس قدر کتابیں ملتی ہیں دنیا کے کسی بھی بڑے شخص پر ان کا چوتھائی بھی نہیں ملتا۔ آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقبولیت، عظمت و رفعت کا یہ عالم ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں آپ کی مدحت کے نمونے بکثرت ملتے ہیں۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیرت نگاری کی بنیاد کب رکھی گئی؟ اس سلسلے میں اتنی بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ سیرت نگاری کی بنیاد عہدِ صحابہ میں نہیں پڑی تھی۔ صحابۂ کرام اپنے اپنے طور پر حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی سے وابستہ واقعات، آپ کے محیر العقول فضائل و کمالات اور آپ کے معجزات و تصرفات کو اپنی محافل و مجالس میں بیان کیا کرتے تھے۔ لیکن انھیں تحریر کی شکل نہیں دیتے تھے۔ سیرت نگاری کی باضابطہ بنیاد خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں پڑی۔ عہدِ صحابہ میں احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلم بند کرنے کی کسی کو اجازت نہیں تھی۔ اس لیے کہ قرآن و احادیث میں خلط ملط ہونے کا خطرہ تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جب احادیث

نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمع وترتیب کا عام چرچا ہوا تو دورِ تابعین میں محدثین کرام کے ساتھ سیرتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مصنفین کی بھی ایک جماعت پیدا ہوگئی۔آپ کے دور میں سیرت نگاروں کا جو سلسلہ شروع ہوا تو اس میں رفتارِ زمانہ کے ساتھ اضافہ ہی ہوتا رہا۔اور آج عالم یہ ہے کہ سیرت نگاروں کی پورے اہتمام سے اگر فہرست تیار کی جائے تو کئی مجلدات تیار ہوجائیں۔ہم یہاں دورِ تابعین سے گیارھویں صدی تک کے چند مشاہیر سیرت نگار علماء و محققین اور محدثین کی ایک مختصر مگر جامع فہرست ذیل میں پیش کرتے ہیں:

(۱) عُروہ بن زُبیر تابعی (۹۲ھ)
(۲) عامر بن شراحیل امام شعبی (۱۰۴ھ)
(۳) ابان بن امیر المومنین عثمان (۱۰۵ھ)
(۴) وہب بن منبّہ یمنی (۱۱۴ھ)
(۵) عاصم بن عمر بن قتادہ (۱۲۱ھ)
(۶) شرحبیل بن سعد (۱۲۳ھ)
(۷) محمد بن شہاب زُہری (۱۲۴ھ)
(۸) اسماعیل بن عبدالرحمن سدی (۱۲۷ھ)
(۹) عبداللہ بن ابوبکر بن حزم (۱۳۵ھ)
(۱۰) موسیٰ بن عقبہ (۱۴۱ھ)
(۱۱) معمر بن راشد (۱۵۰ھ)
(۱۲) محمد بن اسحٰق (۱۵۰ھ)
(۱۳) زیاد بکائی (۱۸۳ھ)
(۱۴) محمد بن عمر واقدی (۲۰۷ھ)
(۱۵) محمد بن سعد (۲۳۰ھ)
(۱۶) ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری (۲۵۶ھ)
(۱۷) مسلم بن حجّاج قُشیری (۲۶۱ھ)
(۱۸) ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (۲۶۷ھ)
(۱۹) ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۷۵ھ)
(۲۰) ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (۲۷۹ھ)
(۲۱) ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی (۲۷۳ھ)
(۲۲) ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی (۳۰۳ھ)
(۲۳) محمد بن جریر طبری (۳۱۰ھ)
(۲۴) حافظ عبدالغنی بن سعید امام النسب (۳۳۲ھ)
(۲۵) ابونعیم احمد بن عبداللہ (۴۳۰ھ)
(۲۶) شیخ الاسلام ابوعمر حافظ ابن عبدالبرّ (۴۶۳ھ)
(۲۷) ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (۴۵۸ھ)
(۲۸) علامہ قاضی عیاض (۵۴۴ھ)
(۲۹) عبدالرحمن بن عبداللہ سُہیلی (۵۸۱ھ)
(۳۰) علامہ عبدالرحمن ابن الجوزی (۵۹۷ھ)
(۳۱) احمد بن محمد بن ابوبکر قسطلانی (۹۲۳ھ)
(۳۲) امام شرف الدین عبدالمومن دمیاطی (۷۰۵ھ)
(۳۳) امام ابن سید الناس بصری (۷۳۴ھ)
(۳۴) حافظ علاء الدین مغلطائی (۷۶۲ھ)
(۳۵) علامہ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)
(۳۶) علامہ بدرالدین محمود عینی شارح بخاری (۸۵۵ھ)
(۳۷) ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد سمہودی (۹۱۱ھ)
(۳۸) محمد بن یوسف صالحی (۹۴۲ھ)
(۳۹) علی بن برہان الدین (۱۰۴۴ھ)
(۴۰) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ)

[سیرت مصطفیٰ جانِ رحمت، ص ۵۸/۵۹/۶۰]

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مخلوقاتِ الٰہی میں سب سے افضل و اعلیٰ ہے اور ربّ کائنات نے آپ کی محبت ہی کو مدارِ ایمان قرار دیا ہے۔آپ کی محبت کے بغیر کوئی شخص ایمان کی حلاوت سے آشنا نہیں ہوسکتا۔اس پہ قرآن و احادیث میں بے شمار شواہد موجود ہیں۔امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

انسان کو جس شئے سے محبت ہوتی ہے اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے، جس کے دل میں ایمان کی شمع روشن ہوتی ہے، وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل کسی نہ کسی انداز میں ضرور کرتا ہے بلکہ کائنات کی ہر شئے آپ کا ذکر کرتی ہے، اس میں جاندار اور بے جان کی کوئی قید نہیں، یہی وجہ ہے کہ آج تک آپ کے ذاکرین اور عشاق کی کوئی حتمی فہرست سامنے نہیں آسکی ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

ان پر دُرود جن کو حجر تک کریں سلام
ان پر سلام جن کو تحیت شجر کی ہے

جنّ وبشر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ بارگاہ مالکِ جنّ و بشر کی ہے

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام
خوبی انھیں کی جوت سے شمس وقمر کی ہے

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام
تملیک انھیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام
کلمے سے تر زبان درخت و حجر کی ہے

سب کروفر سلام کو حاضر ہیں السلام
ٹوپی یہیں تو خاک پہ ہر کروفر کی ہے

اہلِ نظر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ گرد ہی تو سرمہ سب اہلِ نظر کی ہے

[اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حدائق بخشش، ج ۱ ص ۱۳۲]

یہ بھی حقیقت ہے کہ عشاقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صف میں شمولیت کے لیے ہر مومن صادق بے قرار رہتا ہے۔ سیرت نگاروں کی کثرت کی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ تاریخ میں اس سیرت نگار کو بڑی عزت وشہرت ملی ہے، جس نے عشق ومحبت اور ادب واحترام کے سانچے میں ڈھل کر سیرت نگاری کی ہے۔ سیرت نگاری کے لیے جہاں علمِ نافع اور عملِ صالح کی ضرورت ہے وہیں عشق کا سرمایہ بھی لازمی ہے۔ علم، عمل اور عشق کے بغیر سیرت نگاری کا صحیح حق ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بھی درست ہے کہ سیرت نگاری کا تعلق عقیدت سے کم عقیدے سے زیادہ ہے اس لیے کہ عقیدت کی دنیا میں بڑی وسعت ہے لیکن عقیدے میں کسی اضافی فکر وخیال کی اجازت نہیں ہوتی مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ عشق رسالت مآب ﷺ سے خالی جن لوگوں نے سیرت نگاری کے میدان میں قدم رکھا ہے وہ خود بھی قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے رہے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی پیچیدگی فکر وخیال کا سامان بن گئے ہیں تاریخ میں ایسے کئی ایک سیرت نگاروں کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ سیرت نگاری عقیدے کی صحت کے ساتھ بے غبار عقیدت کا بھی تقاضا کرتی ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کے بغیر انسان کو کبھی بھی سمت قبلہ نہیں مل سکے گا آقائے کریم ﷺ کی بعثت ہی انسانی ہدایات کے لئے ہوئی ہے اور ہادی کے بغیر مقصود تک پہنچنا امر محال ہے اسی لئے علماء سیرت مصطفیٰ ﷺ کے مطالعہ کی دعوت پر زور دیتے ہیں۔ سید اولادِ رسول قدسی سیرت نگاروں کی صف میں ابھی ابھی شامل ہوئے ہیں۔ خوشی اس بات کی ہے کہ ان کے توشۂ حیات میں علم، عمل اور عشق کی وافر دولت موجود ہے۔ انھیں یہ تینوں چیزیں وراثت میں ملی ہیں اور انہوں نے سیرت نگاری میں مذکورہ تینوں چیزوں کا بھر پور استعمال کیا ہے۔ ان کا علم، عمل اور عشق غیر روایتی نہیں ہے۔ وہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں رہ کر بھی روایتوں سے اپنا رشتہ مضبوط کیے ہوئے ہیں بلکہ روایتوں کے احترام کے پرجوش داعی ومبلغ کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے وہ نعتیہ شہ پارے جو امریکہ کی آب وہوا میں تیار ہوئے ہیں اس سے بھی اس چیز کو بڑی تقویت ملتی ہے۔ ان کی روزمرہ کی زندگی میں بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ وہ ہر وقت عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارشِ رحمت میں بھیگتے رہتے ہیں۔ اسی پس منظر میں امریکہ کی سرزمین پر ان کی لکھی گئی نعتوں کے کچھ نمونے ذیل میں ملاحظہ کریں:

کھوگیا جب بھی ان کی یادوں میں
رحمتوں کو میری تلاش رہی

قدسی ملتا ہے کیفِ روحانی
جب بھی ہوتی ہے گفتگو ان کی
یوں تسلسل ہے ان کی یادوں کا
جیسے اشعار میں ردیف ملی
نور برساتی ہیں قلبِ صحن پر
ان کی مدحت میں یہ شب بیداریاں
ہم کو ہے محبوب قیدِ دین حق
ہیں عبث دنیا کی یہ آزادیاں
ان کی یادیں ہم سفر ہیں چپ رہو
انکے جلوؤں پر نظر ہے چپ رہو
رحمتوں کی گود میں ہے میرا سر
ان کی مدحت کا اثر ہے چپ رہو

سیداولادِرسول قدسی ۱۹۸۰ء سے نعت کی شکل میں سیرت نگاری کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوتے آرہے ہیں۔ اگر ان کی اب تک کی زندگی کا حساب لگایا جائے تو ان کی زندگی کا نصف سے زائد حصہ سیرت نگاری کے نور سے معمور ملے گا۔ ان کی نعتیہ شاعری میں زیادہ تر اشعار تلمیحاتی ملیں گے۔ ان میں وہی واقعات شعر کے قالب میں ڈھالے گئے ہیں جو منثور سیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حصہ ہیں۔ اگر ان اشعار کی تشریح و توضیح کردی جائے تو سیرتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کئی ضخیم مجلدات تیار ہوجائیں۔ یہ کام زیادہ دقت طلب نہیں ہے۔ اس کے لیے وقت چاہیے۔ راقم الحروف نے اس کام کی ابتدا کی تھی چند اشعار کی تلمیحاتی تشریح قریب قریب دوسوصفحات پر پھیل گئی۔ کوشش تھی کہ کسی ایک شعری مجموعہ کی مکمل تشریح کردی جائے لیکن ہجوم کار نے سفر کے سلسلے کو روک دیا۔ کوئی بھی علمی کام قربانی چاہتا ہے اس میں خود قدسی صاحب کی خشک مزاجی سب سے بڑی رکاوٹ ہے، عملی تعاون ان کے مزاج کا حصہ نہیں ہے ان پہ ابتک جو بھی علمی کام ہوا ہے یک طرفہ محبت کا نتیجہ ہے۔ زیر نظر کتاب ''سیرتِ سرورِ دوجہاں'' میں بھی انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری سے کافی استفادہ کیا ہے۔ ''سیرتِ سرورِ دوجہاں'' سیرت نگاری کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ پابند نظم میں سیرت کے عنوان پر کتابیں ملتی ہیں۔ جیسے ابوالاثر حضرت حفیظ جالندھری کی ''شاہ نامہ اسلام'' لیکن پوری عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبان و ادب کی تاریخ میں آزاد نظم کے فارم میں سیرت پر کوئی کتاب نہیں ملتی۔ سیداولادِ رسول قدسی کا یہ ایسا تاریخی کارنامہ ہے جو سیرت نگاروں کی صف میں ان کے قد کو ہمیشہ بلند رکھے گا۔ اگر اس نوعیت کی کوئی دوسری کتاب آ بھی جاتی ہے پھر بھی ان کی امتیازی حیثیت تقدم کے اعتبار سے محفوظ رہے گی۔

''سیرتِ سرورِ دوجہاں'' میں کئی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ ان خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی کہ مطالعہ کے دوران قاری کسی مقام پر تشنگی کا شکار نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے ذوقِ مطالعہ میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ کہیں کہیں واقعات اس انداز میں بیان کیے گئے ہیں کہ پلکیں بھیگ جاتی ہیں اور محسوس پیکر میں وہ سارے مناظر نگاہوں میں گھومنے لگتے ہیں اور قاری خود کو اسی مقام پر پاتا ہے جہاں یہ واقعات رونما ہوئے ہیں۔ کتاب نظم میں ہونے کے باوجود نثر میں معلوم ہوتی ہے۔ اکثر مقام پر پوری پوری تاریخ چند مصرعوں میں سمیٹ دی گئی۔ آغازِ کتاب میں جو اشعار لکھے گئے ہیں۔ اگر ان کو نثر میں بیان کیا جائے تو ان کی نثر کچھ اس طرح ہوگی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک پوری دنیا کے لیے چراغ ہدایت ہے اور ہر فرد بشر کے لیے درس عبرت اور ہدایت کا باعث ہے۔ آپ کی ذات پاک مخلوقاتِ الٰہی میں سب سے افضل واعلیٰ ہے اور آپ تمام انبیاء کرام ورسولانِ عظام کے سردار ہیں اور خدا کے بعد عظمت و رفعت میں سب سے بلند و بالا ہیں۔

اب ذیل میں سیرتِ سرورِدوجہاں سے کچھ نمونے ملاحظہ کریں:

مثال اوّل

سیرتِ سرورِدوجہاں۔
مشعلِ راہِ حق وصداقت ہے کونین کے واسطے۔

درسِ عبرت، ہدایت کا باعث ہے ہر اک بشر کے لئے۔
ہے یہ پاکیزہ سیرت اس انسان کی۔
ہے جو خیر البشر، سرورِ انبیاء۔
وجہِ تخلیقِ ہر دو جہاں۔
ہے جو بعد از خدا۔
سب سے اعلیٰ و اولیٰ۔
ہم آغاز کرتے ہیں یوں۔
باسعادت ولادت کے پر کیف ایام سے۔

مثال دوم

ہم کو اس واقعہ سے ملا درسِ عبرت۔
یہ لکھا ہے حضرت محدث (دہلوی) نے تفصیل سے۔
بولہب کا ہے یہ واقعہ۔
ضوفشاں اک سند۔
بزمِ میلادِ سرکار کے واسطے۔
ہیں وہ حضرات خوش بخت بے حد۔
جو محفل سجاتے ہیں آقا کی میلاد کی۔
خوب خوشیاں مناتے ہیں اور مال بھی۔
خرچ کرتے ہیں عشقِ نبی میں۔
یقیناً انہیں رب کی جانب سے بہتر ملے گی جزا۔

مثال سوم

سب سے پہلے مرے مصطفیٰ نے۔
پیا دودھ جن کا۔
وہ تھیں بخت ورثوبیہ۔
بعد اس کے شہِ دوسرا۔
شیرِ مادر سے سیراب ہوتے رہے۔
پھر انہیں لے گئیں وہ حلیمہ۔
تعلق تھا جن کا بنی سعد سے۔
کتنی خوش بخت تھیں وہ۔
پلاتی رہیں دودھ سرکارِ کونین کو۔
نازبرداریاں وہ بصد شوق کرتی رہیں۔
اپنے سینے سے ہر وقت رکھتیں لگا کر۔
انہیں ایک پل بھی نہ کرتی تھیں اوجھل نظر سے۔
شب و روز رحمت خدا کی برستی تھی ان پر۔
وہ رہتی تھیں شاداں و فرحاں۔
مقدر کی ایسی بلندی پہ صبح و مسا۔

جس طرح نعت حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا، سننا اور پڑھنا عبادت ہے۔ اسی طرح سیرتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنا، بیان کرنا اور سماعت کرنا عبادت ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل کسی بھی انداز میں کیا جائے عبادت ہے۔ اس لیے سیرتِ پاک لکھنے، پڑھنے اور سماعت کرنے سے پہلے عبادت کے جو لوازمات ہیں ان کا اہتمام ہونا چاہیے۔ سیرت نگاروں کے حوالے سے تاریخ کی کتابوں میں یہ باتیں ملتی ہیں کہ جب وہ سیرتِ پاک لکھنے کا ارادہ کرتے تو پہلے وضو کرتے، خوشبو لگاتے اور پھر اس انداز میں بیٹھتے جیسے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہیں۔ بعض سیرت پاک کے قارئین اور سامعین کے تعلق سے بھی اس طرح کی روایتیں ملتی ہیں۔ سیرت کے باب میں انسان جتنا مؤدب ہوگا رحمتِ الٰہی سے اتنا ہی فیضیاب ہوگا۔ ربِ کائنات کو اپنے محبوب کا ذکر سب سے زیادہ پسند ہے۔ فرمانِ الٰہی: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ سے بھی اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ذکرِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے قرآن حکیم کی اور بھی آیات ہیں۔ قرآنِ حکیم میں مومنین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ادب و تعظیم کی یوں تاکید کی ہے کہ اے ایمان والو میرے محبوب کے دربار میں اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال تباہ کر دیئے جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو سکے۔ اس لیے ذکرِ حبیب، سیرتِ پاک کے مطالعہ، سیرتِ پاک کی قرأت اور سیرتِ پاک کی سماعت ہر وقت قرآنی اُصولوں کو ذہن و فکر میں محفوظ رکھنا چاہیے۔ ذکرِ سیرت کے وقت انسان کو کتنا مؤدب ہونا چاہیے اس سلسلے میں حضرت ابراہیم تجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ پُرسکون ہوکر نیازمندی و عاجزی کا اظہار کرے اور اپنے قلب میں آپ کی عظمت اور ہیبت وجلال کا ایسا تاثّر پیدا کرے جیسا کہ آپ کے روبرو حاضر ہونے کی صورت میں آپ کے جلال وہیبت سے متاثّر ہوتا۔‘‘

[شفاء شریف، ج ۲، ص ۳۲]

اور حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ’’حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفاتِ اقدس کے بعد ہر اُمتی پر آپ کی اتنی ہی تعظیم وتوقیر لازم ہے جتنی کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔

چنانچہ خلیفۂ بغداد ابوجعفر منصور عباسی جب مسجد نبوی میں آکر زور زور سے بولنے لگا تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یہ کہہ کر ڈانٹ دیا کہ اے امیر المؤمنین! یہاں بلند آواز سے گفتگو نہ کیجیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے حبیب کے دربار کا یہ ادب سکھایا ہے کہ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ یعنی نبی کے دربار میں اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔ وَاِنَّ حُرْمَتَہٗ مَیِّتًا کَحُرْمَتِہٖ حَیًّا اور آپ کی وفاتِ اقدس کے بعد ہر اُمتی پر آپ کی اتنی ہی تعظیم واجب ہے جتنی کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔ یہ سُن کر خلیفہ لرزہ براندام ہوکر نرم پڑ گیا۔ [شفاء شریف، ج ۲، ص ۳۲-۳۳]

ایک سوال جو میرے ذہن میں بہت زیادہ کھٹک رہا ہے۔ یہاں اس کا جواب ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ سوال یہ ہے کہ جناب شمیم طارق صاحب نے اپنے مضمون ’’منظوم سیرتِ سرورِ دوجہاں‘‘ میں جائے ولادتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکومت سعودیہ کے ذریعہ مکتبہ کی شکل دیئے جانے پر قدسی صاحب نے ہلاکت کی بدُعا کی ہے۔ قدسی صاحب کے اس عمل پر شمیم طارق صاحب نے ناگواری کا اظہار کیا ہے۔ جائے ولادت کا شمار قرآنی آثار میں ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ حرمین شریفین میں جتنی تاریخی جگہیں ہیں وہ آثار ہی کی صف میں آتی ہیں۔ اور آثار کی حفاظت کی جاتی ہے۔ انھیں مٹایا نہیں جاتا۔ اگر جائے ولادت اپنی اصل شکل میں ہوتی تو ایسا نہیں ہے کہ پوری دنیا میں شرک پھیل جاتا۔ آثار وتبرکات کو مٹانا قرآن و احادیث کے مزاج کے خلاف ہے۔ اور مٹانے والوں کے لیے ہلاکت کی بددعا کرنا سنت انبیاء ہے اور سلف وخلف کا بھی طریقہ رہا ہے۔ قرآن و احادیث میں اس کے بکثرت شواہد موجود ہیں۔ اس عنوان پر باضابطہ کتاب لکھی جاسکتی ہے۔

بعض جگہوں پر قدسی صاحب نے مسلکی رنگ و آہنگ میں گفتگو کی ہے یا ان کی گفتگو سے مسلکی رنگ کا اظہار ہوتا ہے۔ شمیم طارق صاحب نے اس پر بھی ناپسندیدگی ظاہر کی ہے۔ شمیم طارق صاحب کہنہ مشق صاحب قلم، شاعر، ادیب اور ناقد ہیں اور ان کے مطالعہ میں بھی بڑی وسعت ہے۔ یہ بات اہلِ علم پر پوشیدہ نہیں ہے کہ ہر صاحبِ زبان وقلم اپنی تالیفات وتصنیفات اور مقالات میں کسی نہ کسی طرح اور کہیں نہ کہیں اپنے مسلکی رنگ کا ضرور اظہار کرتا ہے۔ کتب سیرت وتاریخ میں بھی اسے بآسانی دیکھا جاسکتا ہے۔ سیرت النبی، محسن انسانیت اور الرحیق المختوم وغیرہ میں سیرت نگاروں نے جگہ جگہ اپنی مسلکی فکر کو شامل کیا ہے۔ لہٰذا قدسی صاحب نے ایسا کرکے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ سیرت کا تعلق عقیدے سے بھی ہے اور عقیدت سے بھی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان سے وابستہ ہر شئے سے کامل محبت کی جائے۔ حکومت سعودیہ آثار وتبرکات کے ساتھ جس طرح کا مذاق کرتے آرہی ہے اسے سمجھنے کے لیے شورش کاشمیری کا سفرنامۂ حجاز ’’شب جائے کہ من بودم‘‘ کا مطالعہ مفید رہے گا۔ یہاں شب جائے کہ من بودم، سے چند مثالیں ملاحظہ کریں، شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

مثال اوّل:

آخر خانہ کعبہ اور مسجد نبوی ﷺ بھی تو آثار ہیں؟ صفا ومروہ بھی تو شعائر اللہ ہیں؟ مزدلفہ کیوں جاتے ہیں؟ منیٰ کیوں پہنچتے ہیں؟ عرفات کیا ہے؟ جمرۃ العقبیٰ، جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ الاولیٰ کیا ہیں؟ آثار ہیں جو رسمیں وہاں ادا کی جاتی ہیں وہ مظاہر ہیں۔ انہیں عقیدے کی بنا پر محفوظ کیا گیا تو یہ عقیدہ بقیہ ص ۷۴ پر

ادبیات

(از: ڈاکٹر معین احمد خاں قادری بریلوی*)

اسلام اور اخلاقی آداب

صنعتی انقلاب کے بعد مغربی ممالک اور آزادی کے بعد ہندستان نے مادی ترقیوں کے ہوشبار مناظر دیکھے یہ سچ ہے کہ آج کے اس دہر میں ماڈی ترقی کے بغیر کسی بھی طرح کی ترقی نہیں کی جاسکتی ہے۔ محسن انسانیت رسول معظم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ آخیر زمانے میں دین کا کام بھی دام و درھم سے چلیگا لیکن آج اس دور جدید کے تعلق سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جہاں ایک طرف انسان نے دنیوی یا معاشی ترقی کی وہیں اخلاقی تنزلی کی طرف بھی رواں دواں ہو گیا۔ اکثر یہی دیکھنے کو ملتا ہے ھمارے ملک ہندستان کے تعلق سے بھی دانشوران قوم وملت بھی یہی کہتے ہیں کہ جہاں اس ملک نے ماڈی ترقی کی نئی نئی تاریخیں رقم کیں وہیں اخلاقی تنزلی کی بھی نئی نئی سمتیں ایجاد کیں اور اگر قوم مسلم پر عمیق نظر ڈالی جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ دیگر ہموطن قوموں کی ماڈی ترقی میں مسلان انسے کافی پیچھے نظر آتے ہیں لیکن اگر اخلاقی تنزلی پر نظر ڈالی جائے تو مسلم قوم دیگر قوموں سے بھی اس میدان میں آگے نظر آتی ہیں۔

آج اس قوم مسلم کی اخلاقی تنزلی پر اپنے و بیگانے سبھی تبصرہ کرتے نظر آتے ہیں اس سے قطع نظر سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ یہ قوم جس میں اخلاق و آداب پر اتنی تفصیلی ابواب شامل ہیں کہ جن کی مثال دنیا کسی بھی قوم کے پاس نہیں ہے اس قوم کے پاس اخلاقیات پر محسن انسانیت کا دنیا کا سب سے پہلا ایک ایسا منشور ہے جس کی مثال دینے سے تاریخ قاصر ہے۔ خوش اخلاقی کے تعلق سے آیئے محسن انسانیت ﷺ کی حدیث ملاحظہ کرتے ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں کو اپنے اموال سے خوش نہیں کر سکتے لیکن تمہاری خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی انہیں خوش کر سکتی ہے۔ [شعب الایمان جلد ۶ صفحہ ۲۵۳]

اور فرمایا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت کے دن بندہ مومن کے میزان عمل میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی عمل نہیں ہوگا۔ [رمزی جلد ۳ صفحہ ۴۰۳]

اور فرماتے ہیں آقا کریم ﷺ ایمان زیادہ کامل وہ مومنین ہیں جنکے اخلاق زیادہ اچھے ہوں۔ [ابوداؤد جلد ۴ صفحہ ۲۹۰]

ایک اور حدیث پاک ہے جس میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور قیامت کے دن مجھ سے قریب تر وہ ہونگے جنکے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں گے۔ [ترمزی جلد ۳ صفحہ ۴۰۹]

درج بالا چند احادیث پاک ہمیں بتاتی ہیں کہ اسلام میں خوش اخلاقی کی کتنی بڑی اہمیت ہے لیکن اگر ہم نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ پر نظر ڈالیں تو یہ پتا چلتا ہے کہ آپ کا خلق عظیم کا رتبہ کتنا بلند والا ہے کہ آپکی پوری حیات طیبہ اسکا اچھا نمونہ ہے جن کی کوئی مثال کسی کے پاس ہے ہی نہیں محسن انسانیت ﷺ کے خلق عظیم کے تعلق سے ایک شاعر کا شعر میرے ذہن وفکر کی اسکرین پر آرہا ہے شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہم تو ہم رو رو کے کہتا ہے دل اغیار کا
خلق اچھا تھا سید ابرار کا

لیکن پریشان کن بات یہ ہے کہ وہی قوم آج اخلاق اپستی کے اس دور سے گزر رہی ہے کہ دنیا کی دیگر قوم اس سے عبرت حاصل کر رہی ہیں وہی قوم مسلم جس کے بزرگوں کے اخلاق کریمانہ کی ضوفشانیاں ہر دور میں اپنے تو اپنے بے گانوں کے دل و دماغ کو حیران و مبہوت کر رہی تھی آج وہی قوم اپنی اخلاق

*مضمون نگار ڈیپارٹمنٹ آف ایجوکیشن بریلی کے ایک اہم رکن ہیں۔

تنزلی کے سبب ارباب علم ودانش کے لئے ایک موضوع بحث بن چکی ہیں۔

آج ہماری قوم کی عدم برداشت اور تلخ کلامی پر بحث ہو رہی ہے مگر عجیب بات ہے کہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ بحث کرنے والے خود ایسے ترش جملوں کا استعمال کرنے لگتے ہیں فروری ۲۰۱۸ء کے سنی دنیا (ہندی) میں صفحہ ۴۴ پر معروف پاکستان عالم دین و ادارۃ المصطفیٰ انٹرنیشنل کے بانی مولانا پیر محمد ثاقب مصطفائی کا ایک مضمون محترم وسیم احمد رضوی صاحب کی ترتیب کے ساتھ شائع ہوا تھا اس میں فاضل مضمون کے چید جملے بڑے ہی کارآمد و ہیں آئینہ دکھانے والے ہیں موصوف فرماتے ہیں ''ممبر ومحراب سے ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے ایسے تلخ جملوں کے تبادلے ہوتے ہیں کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں یہ ممبر پر بیٹھنے والے شخص جو یہاں سے کہہ رہا ہے یہ دین ہی ہے؟ ہمارے یہاں اتھارٹی'' اللہ کے رسول ﷺ ہیں، اگر میں اپنے نفس کے شکنجے میں کسا ہوا ہوں اور اپنی انا کے پنجڑے سے اندر ہوں اور اس کو میں دین قرار دیتا ہوں تو یہ میں اپنے پر بھی زیادتی کررہا ہوں۔

سالار کارواں ہے میرا حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

تو ہمارے لئے حضور ﷺ سمندر ہیں اگر میں بھی کہیں اپنی گفتگو کو اس انداز ے ترتیب کروں کہ اس معاشرے کے اندر بد اخلاقی کی نمو ہے تو پھر مجھے بتائے گا کہ آپ خیر کہاں سے تلاش کریں گے۔'' (مسلانا ثاقب مصطفائی) شعر۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں شمشیریں

آج شاعر مشرق کا یہ پیغام جو دراصل محسن انسانیت ﷺ کی حیات طیبہ کو مدّنظر رکھ کر اس دور جدید میں بیجد کا آمد ہے شاید اس پیغام کو جو اسلام کا پیغام ہے امن کا پیغام ہے سلامتی کا شانتی کا پیغام ہے اور حقیقی معنوں میں محسن انسانیت ﷺ کا آج سے چودہ سو سال پہلے عرب کی سرزمین کے دیا ہوا ہے وہ پیغام ہے کہ جب نہ ''ہیومن رائٹس'' کا کوئی جدید تصور تھا نہ عالمی ادارہ برائے امن نہ اقوام متحدہ جیسی کوئی تنظیم تھی مگر ہمارے اسلامی امن کے پیغام سے متشر ہوکر اس دنیا کی قومیں اس پر عمل پیرا ہوکر (کسی حد تک) اپنے آم کو ترقی و کامیابی کی طرح لے جا رہی ہے۔ اور ہم اور ہماری قوم اس فرمان نبی کو بھول کر تنزلی کی طرف گامزن ہیں۔ [الامان والحفیظ]

اس وقت معرے ذہن میں بچپن کے دوست وایک عزیز ڈاکٹر مبین رضا خاں (علیگ) کا ایک واقعہ جو انگلستان کے شہر میں انکے ساتھ ہوا تھا یاد آرہا ہے آپ بھی ملاحظہ کریں۔ ۲۰۰۷ء کی طعطیل کلاں میرے دوست جو ان دنوں کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدّہ (سعودی عرب) میں شعبہ انگریزی میں استاد تھے تین ماہ کے لئے ماڈرن انگلش لٹریچر کے ڈپلوما کورس کے لئے کیجرج یونیورسٹی تشریف لے گئے تھے، اپنے تین ماہ کے قیام انگلش کے دوران ڈاکٹر صاحب انگتیزی ادب سے وابستہ کئی یادگار شاعروں وشمری یادگاروں کو دیکھنے انگلینڈ کے ۲ء علاقوں کے دوروں پر گئے تھے۔ سفر کے دوران کسی چھوٹے قصبہ سے واپسی پر رات ہوگء جب بس اسٹنڈ پر آئے تو پتہ چلا کہ شہر کے لئے صرف ایک بس آئیگی اور اس میں اگر سیٹ خالی ہوگی تبھی جگہ ملیگی ورنہ رات کو اسی قصبہ میں رکنا ہوگا۔ مبین صاحب پریشان تھے اور اپنے رب سے دعا کررہے تھے کہ بس میں سیٹ مل جائے کیونکہ میں رہائش و ہوٹل دونوں بیجد مہنگے ہیں۔ ان کے بس اسٹاپ پر آنے کے کچھ لمحات بعد ہی ایک انگریز جوڑا بھی آکر ٹھرا جو ان سے کچھ سکنڈ یا کچھ قدم پیچھے ہی تھا۔ تھوڑی دیر بعد بس آکر رکی اور کنڈکٹر نے آواز لگائی کہ صرف دو سیٹیں ہی خالی ہیں۔

■■■

اہل قلم حضرات توجہ فرمائیں

اپنے مضامین ومقالات ان پیج اردو میں کمپوز کرا کر ہمارے ای میل آئی ڈی پر ارسال فرمائیں تاکہ بروقت اشاعت پذیر ہوسکے اور ادارے کا قیمتی وقت بھی بچایا جاسکے۔ nashtarfaruqui@gmail.com

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19
JUNE 2018
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan
مرکز الدراسات الإسلامية جامعة الرضا بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
Markaz Nagar, Mathurapur, C.B. Ganj, Bareilly Sharif (U.P.) India Pin 243502
کی فخریہ پیشکش
داخلے کے خواہشمند امیدوار آن لائن رجسٹریشن کریں۔
رجسٹریشن اس طرح کریں:
۱ ہماری ویب سائٹ www.cisjamiaturraza.ac.in پر جا کر رجسٹر پر کلک کریں۔
۲ فارم کی خانہ پری ہوشیاری سے اپنے صحیح ای میل ایڈریس اور موبائل نمبر کے ساتھ کریں۔
۳ فارم کو Submit کر کے Registration No. نوٹ کرلیں۔
۴ اب Student Corner کے تحت Generate Admit Card پر کلک کر کے اجازت نامہ پرنٹ کرلیں۔
۵ اجازت نامہ پرنٹ کر کے داخلہ امتحان کی تاریخ و وقت ملاحظہ کریں۔
۶ داخلہ امتحان میں شرکت کے لئے اپنا اجازت نامہ اور آدھار کارڈ ساتھ ضرور لائیں۔
Get "Jamiatur Raza" on Google Play
Any info:
Email: jamiaturraza@gmail.com
info@cisjamiaturraza.ac.in
Cell & WhatsApp: 7017305470
9411699786
9719918868
Online registration for entrance examination
Now candidate can register and print admit card to participate in entrance examination only in six easy steps .....
Step-1 log on www.cisjamiaturraza.ac.in and click on REGISTER
Step-2 Fill-up the form carefully using a valid Email ID and Mobile No.
Step-3 Submit the form and note down your Registration No. carefully.
Step-4 Now click on Generate admit Card link under Student Corner and enter your Registration No.
Step-5 Print your admit card and note date & time of entrance examination printed upon it.
Step-6 Carry your admit card and Aadhar Card along you for entrance examination.